ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

جون ۲۰۱۶ء

6

رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ

نورِ ہدایت

القرآن

''(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن نازل ہوا۔ جو لوگوں کا رہنما ہے۔ اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو' چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔'' (البقرہ: ۱۸۵)

الحدیث

أَخْرَجَ الدَّارُقُطْنِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ
قَالَ: "قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
"سَأَلْتُ اللّٰهَ أَنْ يُقَدِّمَكَ ثَلَاثًا. فَأَبٰى عَلَيَّ. إِلَّا تَقْدِيْمَ أَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ"

(اَلصَّوَاعِقُ الْمُحْرِقَةُ "مَعَ "تَطْهِيْرُ الْجِنَانْ"
ص ۲۱ طبع مصر: ۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۶ء)

ترجمہ: محدثِ شہیر امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''کتاب سُنن'' میں اور مورخ و محدثِ شام علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''کتاب تاریخ'' میں براہِ راست سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ: خود مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ''میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے پہلا خلیفہ بنانے کے متعلق تین بار درخواست کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا۔ اور ابوبکر کو پہلا خلیفہ بنانے کے فیصلہ کا اظہار فرما دیا۔''

الآثار

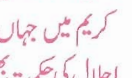

''اللہ کریم کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کی اس مختصر مہلت میں ایک بار پھر رمضان المبارک کی پاکیزہ گھڑیاں نصیب فرمائیں۔ یہ بات ہر باشعور مسلمان جانتا ہے کہ روزہ، دین اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے۔ اس کی فرضیت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح احکامات بیان فرمائے ہیں۔ اور احادیثِ رسول ﷺ میں بھی تفصیل اور تاکید موجود ہے۔ قرآنِ کریم میں جہاں روزہ کی اہمیت اور غرض و غایت بیان کی گئی ہے' وہاں رمضان المبارک کے نزولِ اجلال کی حکمت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے' جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے۔ تا کہ تمہارے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہو (البقرہ:) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں سے ایک دروازے کا نام ''ریان'' ہے۔ جس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے۔ (بخاری و مسلم) (''احکام و مسائل''۔ مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بیاد: امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری

جلد 27 شمارہ 6 رمضان المبارک 1437ھ / جون 2016ء

Regd.M.NO.32

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
حضرت پیرجی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقاءِ فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد مزمل حمید
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ———— -/200 روپے
بیرون ملک ———— -/4000 روپے
فی شمارہ ———— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ: 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

دل کی بات:	طالبان امیر ملا اختر منصور کی شہادت اور پاکستان کے خلاف نیا سہ فریقی اتحاد	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرہ:	عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ اور رمضان المبارک!	عبداللطیف خالد چیمہ	4
دین و دانش:	رمضان: قرآنی مہینہ	شاہ بلیغ الدین رحمہ اللہ	6
〃	روزہ: اسلام کی تیسری بنیاد	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ	8
〃	روزوں کے اہم ترین مسائل	ادارہ	12
〃	فضیلت شبِ قدر	مولانا سید عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ	17
〃	اعتکاف کے مسائل	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد ﷫	20
〃	عید الفطر۔۔۔ صدقۃ الفطر (فضائل، احکام، مسائل)	مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	30
〃	زکوٰۃ کے حساب اور ادائیگی کا آسان طریقہ	ادارہ	33
〃	زکوٰۃ کا خود تشخیصی طریقۂ کار	ادارہ	35
〃	احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرینِ حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: ۲)	حافظ عبیداللہ	38
خطاب:	سیرت و سوانح امیر المومنین، خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ ورضوانہ علیہ (قسط نمبر ۲)	سید ابومعاویہ ابوذر حسنی بخاری رحمہ اللہ	41
ادب:	حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ کی شہادت	پروفیسر توحید الرحمن خان	47
〃	طفلِ فلسطین: عقیدت کے پھول	اے پی ہاشم	48
〃	بیاد پروفیسر حافظ سید وکیل شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر میاں محمد افضل	49
〃	حضرت حافظ سید محمد وکیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال	پروفیسر محمد اکرام تائب	49
یادِ رفتگان:	آہ! حافظ سید محمد وکیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر حفیظ الرحمن خان	50
〃	آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے	شعیب ودود	52
ردِّ قادیانیت:	جی سی یونیورسٹی لاہور کا شرمناک اشتہار ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی قوم ساز شخصیت قرار	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	54
حسنِ انتخاب:	تبصرۂ کتب	صبیح ہمدانی / ماخلاق احمد	57
اظہارِ تشکر:	حضرت حافظ سید محمد وکیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر تعزیت و ہمدردی کرنے والے احباب کا شکریہ	سید محمد کفیل بخاری	61
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

رابطہ
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎ 061-4511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل پرنٹرز
Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

طالبان امیر ملا اختر منصور کی شہادت اور پاکستان کے خلاف نیا سہ فریقی اتحاد

سید محمد کفیل بخاری

۲۱ رمئی ۲۰۱۶ء کو افغان طالبان کے امیر ملا اختر منصور کو ایرانی سرحد کے قریب پاکستانی علاقے میں امریکی ڈرون حملے کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق ڈرون حملے کا شکار ہونے والی گاڑی سے جو لاشیں برآمد ہوئیں، وہ ولی محمد ولد شاہ محمد اور پاکستانی ڈرائیور محمد اعظم کی ہیں۔ امریکی حکام کا کہنا ہے کہ پاکستان کے وزیر اعظم اور آرمی چیف کو حملے کی پیشگی اطلاع دی گئی جبکہ پاکستان کے وزیر داخلہ اور محکمہ خارجہ نے امریکی بیان کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں سات گھنٹے بعد اطلاع دی گئی۔

وزیر اعظم پاکستان، آرمی چیف، وزیر داخلہ اور سیکرٹری خارجہ نے امریکی ڈرون حملے کی سخت مذمت کرتے ہوئے اسے پاکستان میں مداخلت قرار دیا ہے۔ محکمہ خارجہ نے امریکی سفیر کو بلا کر باقاعدہ احتجاج کیا ہے۔ طالبان نے ملا اختر منصور کی شہادت کی تصدیق کرنے کے بعد ھبت اللہ کو اپنا نیا امیر منتخب کیا ہے۔ یہ بات محلِ نظر ہے کہ ملا اختر منصور، ولی محمد کے فرضی نام پر پاکستانی شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر سفر کر رہے تھے۔ وفاقی وزیر داخلہ چودھری نثار احمد کا کہنا ہے کہ ولی محمد نے ۸ دفعہ دبئی اور بحرین کا سفر کیا، ایران بھی اسی پاسپورٹ پر گیا اور ایران سے پاکستان میں داخل ہوا۔ سوال یہ ہے کہ اُسے دبئی یا ایران میں کیوں حملے کا نشانہ نہیں بنایا گیا؟ اس کے لیے پاکستان کا انتخاب کیوں کیا گیا۔ انھوں نے اس امریکی دعوے کہ ملا اختر مذاکرات کا مخالف اور رکاوٹ تھا، کو سختی سے مسترد کرتے ہوئے کہا کہ اگر ملا اختر منصور مذاکرات مخالف ہوتا تو مری مذاکرات میں شرکت نہ کرتا۔ وہ مذاکرات کا حامی تھا۔

حکومتِ پاکستان کا مؤقف اور احتجاج سو فیصد مبنی بر حق ہے لیکن کیا پاکستان کے احتجاج کو امریکہ اہمیت دے گا؟ امریکہ سے احتجاج تو ماضی کے ڈرون حملوں پر بھی ہوتا رہا ہے جو بے نتیجہ بلکہ ''ڈومور'' کا باعث بنتا رہا۔ تازہ ڈرون حملے پر بھی غیر مؤثر احتجاج کئی سوالات کو جنم دیتا ہے۔ بلکہ امریکی صدر باراک اوباما نے تو واضح طور پر کہا ہے کہ امریکہ اپنے مفادات کے لیے پاکستان میں مزید حملے بھی کرے گا۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق حالیہ ڈرون حملہ مئی ۲۰۱۱ء کے ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن پر حملے کے بعد سب سے بڑا حملہ تھا۔

جنوبی ایشیا میں پاکستان کی حیثیت کئی حوالوں سے بہت اہم ہے۔ اسی لیے پاکستان ہمیشہ عالمی استعمار کی

سازشوں اور مظالم کا شکار رہا ہے۔ امریکہ اس وقت پاکستان کے خلاف افغانستان، ایران اور بھارت پر مشتمل نیا سہ فریقی اتحاد تشکیل دے رہا ہے۔ یہ ایک نہایت خطرناک سازشی کھیل ہے کہ پاکستان کے تینوں ہمسایہ ممالک کو اس کے خلاف کھڑا کیا جارہا ہے۔ افغانستان میں پاکستان کے حامی طالبان کی حکومت کو ختم کر کے بھارت نواز حکمرانوں کو مسلط کیا گیا اور اب بھارت، ایران دوستی کے نئے رشتوں کو مضبوط کیا جارہا ہے۔ طالبان کو ”داعش“ سے بچنے کا جھانسہ دے کر ایران کے قریب کیا گیا اور طالبان ٹریپ ہوگئے۔ چند ماہ قبل بھارتی جاسوس ”کلبھوشن یادیو“ ایرانی سرحد پر پاکستانی علاقے میں اس وقت گرفتار ہوا جب ایرانی صدر حسن روحانی پاکستان کے دورے پر تھے۔ بھارت، ایران کا معاشقہ ۱۵/ مارچ ۱۹۵۰ء میں شروع ہوا۔ ۶۵ اور ۷۱ کی پاک بھارت جنگوں میں ایران نے پاکستان کی حمایت نہیں کی۔ افغانستان میں بھارت نواز شمالی اتحاد کو ہمیشہ سپورٹ کیا۔ بھارتی جاسوسوں کو اپنی سرزمین پر محفوظ پناہ گاہیں دیں جو ایران میں بیٹھ کر پاکستان کے خلاف اپنی سرگرمیاں چلاتے رہے۔ بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کی سرپرستی اور پاکستانی سرحد پر مسلسل راکٹ حملے، حکومت پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ پاکستان اور چین نے جب سے گوادر پورٹ اور اکنامک کوری ڈور کے معاہدے پر دستخط کیے تب سے بھارت کے پیٹ میں سخت مروڑ اٹھ رہے ہیں۔ بھارت نے اس منصوبہ کے خلاف ایران کو سہولت کار کے طور پر استعمال کیا۔ حال ہی میں بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے دورۂ ایران کے موقع پر ایران کے ساتھ چاہ بہار بندرگاہ سمیت ۲۱ معاہدوں پر دستخط کیے ہیں۔ ہدف پاکستان کو بائی پاس کر کے بھارت کو وسطی اشیا تک رسائی دینا ہے۔ جس کا اظہار خود ایرانی صدر نے اس موقع پر اپنے خطاب میں کیا کہ ہم بھارت کو افغانستان کے راستے وسطی ایشیا تک رسائی دیں گے۔ ماہرین کے مطابق چاہ بہار بندرگاہ کی تعمیر سے گوادر بندرگاہ متاثر ہوگی۔ چاہ بہار سے گوادر صرف ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ایران بھارت کے اس رومانس پر میڈیا کے ”افلاطون“ اینکر زمنہ بند کر کے بیٹھے ہیں۔ آخر ان کی حب الوطنی کب جاگے گی؟

پاکستان کے خلاف انڈیا، ایران اور افغانستان کی ٹرائیکا ایک غیر معمولی سازشی منصوبہ ہے۔ اس وقت پاکستان ایک خطرناک صورتِ حال سے دوچار ہے۔ جس کے مقابلے کے لیے حکمرانوں کو اپنی خارجہ اور داخلہ پالیسیوں پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ پاک چین اقتصادی راہداری کے منصوبے کو بہر صورت مکمل کرنا ہوگا۔ افغانستان اور ایران کو بھارت کے چنگل سے نکالنے کے لیے نئی اور مؤثر حکمت عملی وضع کرنی ہوگی۔

وزیر داخلہ چودھری نثار کا یہ کہنا سو فیصد درست ہے کہ اگر امریکہ کی بات مان لی جائے تو یہاں جنگل کا قانون ہوگا۔ لیکن معاف کیجیے ہماری پالیسیاں اس کے برعکس ہیں اور ملک میں جنگل کا قانون ہی چل رہا ہے۔ ہمیں اب امریکی دباؤ سے نکل کر ملکی سلامتی اور خود مختاری کے تحفظ کے لیے بڑی قربانی دینی ہوگی۔

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور رمضان المبارک!

عبداللطیف خالد چیمہ

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے یہ ماہ مقدس روزے، تراویح اور عبادت کا مہینہ ہے اور پوری اُمت کا عقیدہ وایمان ہے کہ کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان ہو نہیں سکتا جب تک وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ہر شے سے عظیم تر نہ سمجھے۔

توحید و ختم نبوت کے پروانو! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر اداء پر مرمٹنے والی جماعت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے خون سے دین اسلام کو محفوظ و مامون بنایا اسی لیے تمام کے تمام احکامات من وعن آج بھی موجود ہیں۔ عقیدۂ توحید کے بعد عقیدۂ رسالت وختم نبوّت کا عقیدہ بھی قرآن وحدیث اور اجماعِ اُمت کی دلیلوں کی قوت کے ساتھ محفوظ ہے۔ تاریخ کے پہلے شہید ختم نبوت سیدنا حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے لے کر غازی ممتاز حسین قادری تک کے شہدائے ناموسِ رسالت وختم نبوت کا مقدس خون اپنے اندر جو حقیقی پیغام لیے ہوئے ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

متحدہ ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز سامراج نے عقیدۂ ختم نبوت پر وار کرنے کے لیے کھڑا کیا، تو ہندوستان میں جماعتی سطح پر سب سے پہلے مجلس احرار اسلام نے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کر کے تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا اور ۲۱، ۲۲، ۲۳/ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں انگریزی قانون کو پاؤں تلے روندتے ہوئے پوری دنیا پر واضح کر دیا کہ ”لاہوری وقادیانی مرزائیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں“۔ دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث مکاتب فکر سمیت پوری امت مسلمہ برصغیر میں احرار کی پُشت پر کھڑے ہو گئے اور احرار نے استبداد کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یوں مجلس احرار اسلام، اُمت کی نمائندگی کرنے لگی بلکہ نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۹ء میں لاہور میں مرکزی سطح پر ”احرار دفاع پاکستان کانفرنس“ میں انتخابی سیاست سے دستبرداری کا اعلان کر کے تمام تر قوت دفاع پاکستان اور عقیدۂ ختم نبوّت کے تحفظ کے لیے وقف کرنے کا اعلان کیا۔ اسی دوران اپنی فطرت سے مجبور ہو کر قادیانیوں نے بعض سر کردہ سیاسی شخصیات کے تعاون سے وطن عزیز کے خلاف خطرناک سازشیں شروع کر دیں اور پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنے اور بلوچستان کو احمدی اسٹیٹ بنانے کا مکروہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا اعلان کرنے لگے،

موسیو ظفراللہ خان نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے بیرون ممالک سفارت خانوں کو ارتدادی اڈوں میں تبدیل کر دیا اور کراچی کے ایک جلسۂ عام میں اسلام کو مردہ اور احمدیت کو زندہ مذہب قرار دیا۔ تب حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے احرار کی میزبانی میں کُل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت کے مشترکہ پلیٹ فارم کی داغ بیل ڈالی اور حضرت مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا امیر منتخب کیا گیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے اور ظفراللہ خان کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے جیسے مطالبات کو اُس وقت کے لیگی اور حاجی نمازی حکمرانوں نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ''اگر ایسا ہوا تو امریکہ ہماری گندم بند کر دے گا''۔ احرار نے تحریک ختم نبوت کو منظّم کیا، جبکہ امریکہ نواز حکمرانوں نے ۱۰؍ ہزار فرزندان اسلام کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیئے، شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے تب فرمایا تھا کہ ''میں اس تحریک کے ذریعے ایک ٹائم بم چھپا کے جا رہا ہوں جو اپنے وقت پر پھٹے گا'' پھر دنیا نے دیکھا کہ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء میں اُس بھٹو مرحوم کے ہاتھوں قادیانیوں کو اسمبلی کے فلو پر غیر مسلم قرار دیا گیا جس بھٹو نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات قادیانیوں کی حمایت سے جیتے تھے۔ پھر اسی بھٹو نے اڈیالہ جیل میں کہا تھا کہ ''قادیانی پاکستان میں وہی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے''۔ (اے کاش آج کے حکمران اور سیاستدان بھی یہ بات سمجھ جائیں۔)

آج بہت سے نشیب و فراز اور نامساعد حالات سے گزرتے ہوئے احرار اپنی اصل منزل ''حکومتِ الٰہیہ'' کے قیام اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں دن رات مشغول ہیں۔ ملک بھر میں تیس سے زائد مدارس و مساجد اور دفاتر الحمدللہ ''وفاق المدارس الاحرار'' کے تحت منظّم ہو چکے ہیں اور یہ سفر جاری ہے۔ اپنا بن کر دشمن سے زیادہ ظلم روا رکھنے والے مہربانوں کی چیرہ دستیوں اور سراسر خلافِ واقعہ اور منفی پراپیگنڈے کے باوجود ہمارے قدم آگے بڑھ رہے ہیں اور حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی کی بابرکت و پُر حکمت قیادت میں قافلۂ احرار و ختم نبوت اپنی اصل منزل کی طرف گامزن ہے۔

اِن سطور کے ذریعے آپ سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک میں مذکورہ نیک مقاصد خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دعاؤں کا اہتمام بھی کریں اور زکوٰۃ و صدقات اور فطرانہ و عطیات سے مجلس احرار اسلام، تحریک تحفظ ختم نبوت اور اِس سے منسلک اداروں کے بیت المال کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں۔

یہ خطہ ۲۷؍ رمضان المبارک کو ''پاکستان'' کے نام سے موسوم ہوا تھا اِس کی بقاء و سلامتی اُسی قرآن کے نظام کے نفاذ میں مضمر ہے جو رمضان میں نازل ہوا۔ یہی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ ۱۹۷۳ء کا آئین بھی تقاضا کرتا ہے کہ تمام قوانین کو اسلام کے قالب میں ڈھالا جائے اور غیر اسلامی قوانین کو ختم کیا جائے۔ تاکہ سامراجی و استعماری منڈلاتے سائے دم توڑ جائیں، ملک امن کا گہوارہ بن جائے اور فتنۂ ارتداد کی سازشوں سے ہم محفوظ رہ سکیں۔ (آمین، یارب العالمین)

قائم کرو جہاں میں قرآن کی حکومت ہے سربسر تباہی اِنسان کی حکومت

رمضان: قرآنی مہینہ

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

روزے فرض ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں نو رمضان آئے۔ درِمختار میں ہے ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد ۲ ہجری میں روزے فرض ہوئے۔ جب یہ حکم نازل ہوا اس دن شعبان کی دس تاریخ تھی۔

روزہ چھے طرح کا ہوتا ہے۔ ایک رمضان کا روزہ، دوسرا قضا روزہ، تیسرا نذر معیّن کا روزہ، چوتھا نذر غیر معیّن کا روزہ، پانچواں کفارے کا روزہ اور چھٹا نفل روزہ۔ نورالہدایہ میں ہے روزۂ نذر اور روزۂ کفارہ بھی فرض ہو جاتا ہے، باقی سب روزے نفل ہیں۔ نذر معیّن اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص دن مقرر کر کے نذر کرے کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں فلاں دن روزہ رکھوں گا۔ اگر دن مقرر نہ کیا جائے تو اس کو نذر غیر معیّن کہتے ہیں۔

بچوں کو روزے معاف ہیں لیکن دس سال کی عمر کے بعد روزہ نہ رکھنے پر ہاتھ سے مارنے کا حکم ہے۔ جو ہٹے کٹے تنومند صرف اس لیے روزہ نہیں رکھتے کہ ان کے پاس کھانے کو بہت کچھ ہے یا جو لوگ چھوٹے چھوٹے عذر تراش کر روزے سے بچتے ہیں ان پر قضا ہی نہیں کفارہ بھی واجب ہے۔

روزہ ہم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض ہوا تھا۔ یہ ایسی عبادت ہے جو شروع سے چلی آ رہی ہے ایسی عبادت سے بچنا بہت بڑا گناہ ہے۔ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گندگی کو دور کرنے والی ایک نہ ایک چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے یعنی اسے بیماریوں سے پاک کرتا ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: جس طرح لڑائی میں ڈھال دشمن کے حملوں سے بچاتی ہے اسی طرح روزہ ہمارے لیے ڈھال ہے جو ہمیں جہنم سے بچاتا ہے۔

روزہ صرف کھانا پینا چھوڑ دینے کا نام نہیں یہ لذتوں سے رک جانے اور ایک خاص نظم کو اختیار کر لینے کا نام ہے۔ یہ ایک ایسا نظم ہے جس میں روزہ دار حلال چیزوں اور بہت سے جائز کاموں سے بھی رک جاتا ہے۔ صرف اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کی رضا کے لیے ہے۔

کچھ لوگ رزہ بہلانے کے لیے تاش کھیلتے ہیں یا سینما دیکھتے ہیں، یہ ان غارتگروں میں سے ہیں جو دکھاوے کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔

رمضان کے مہینے میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے عبادت کرتے اور آپ کی سخاوت بہت بڑھ

جاتی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے کو غریبوں سے ہمدردی کا مہینہ قرار دیتے تھے۔ اللہ کی راہ میں بانٹنا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد پسند تھا۔ یوں تو اللہ کی راہ میں دینا ہر وقت ثواب کا موجب ہے لیکن رمضان میں دینے دلانے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ زکوٰۃ بالعموم اسی مہینے میں نکالی جاتی ہے۔ یہ لازم نہیں ہے لیکن اسے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح روزے سے بچنا سخت گناہ ہے اسی طرح زکوٰۃ دینے سے بچنا بھی سخت گناہ ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جن پر زکوٰۃ واجب ہوا گر وہ ادا نہ کرے تو وہ ملعون ہے اور ملعون دوزخ میں رہے گا۔ رمضان میں صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، گھر کے ہر چھوٹے بڑے کی طرف سے یہ صدقہ واجب ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں ذکر اذکار میں اضافہ فرما دیتے، عام دنوں میں بھی آپ برابر تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے تھے۔ رمضان میں اس مصروفیت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا تھا۔

رمضان کی عبادتوں ہی کی ایک خاص صورت اعتکاف ہے، ہر رمضان میں آپ دس دن مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اعتکاف یعنی مسجد میں گوشہ نشینی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہو۔ اعتکاف میں روزہ ضروری ہے۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرنا سنت موکدہ ہے، اس کے سوائے مستحب ہے۔ اعتکاف کے لیے ایسی مسجد کا ہونا شرط ہے جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہو۔ اگر مسجد نہ ہو تو وہ جگہ ہو جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔ عورتوں کے لیے اپنے گھر ہی کے ایک کونے میں اعتکاف کا حکم ہے۔ وہ جگہ مسجد کے حکم میں آجائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اعتکاف کی کم سے کم مدت ایک دن ایک رات ہے زیادہ مقرر نہیں۔

دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے جو آخری رمضان خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آیا اس میں آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف میں آپ کلام اللہ کا شروع سے آخر تک جتنا کچھ وہ نازل ہو چکا ہوتا ورد فرماتے رہتے اور جبرئیل امین تلاوتِ کلام پاک سننے حاضر رہتے۔ آخری اعتکاف کے پہلے دس دنوں میں روح الامیں نے تلاوتِ کلام پاک سن لی تو آخری دس دنوں میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کو بھی طلب فرما لیا تھا۔ اسی لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں پارہ پارہ اور منتشر حالت سے قرآن کو دو دفتیوں کے درمیان جمع کرنا چاہا تو حضرت زید ہی کو حفاظ کی اس کمیٹی کا داعی مقرر کیا جس نے ملت کی شہادت سے اس فریضے کی تکمیل کی۔

رمضان قرآن کا مہینہ بھی ہے کہ اسی کی ایک طاق رات میں سیدہ آمنہ کے جگر گوشہ کو ختم المرسلین بنایا گیا۔ اسی لیے رمضان کے مہینے میں قرآن کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت کرتے اور اپنی بیویوں کو عبادت کے لیے جگاتے۔ آپ کی اس زمانے کی عباداتوں میں بڑا جوش اور انہماک ہوتا۔

(طوبیٰ: ۱۵۵۔۱۵۸)

روزہ: اسلام کی تیسری بنیاد

سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ علیہ

انسان پیدائشی طور پر ایک حیوان ہی ہے جو بقیہ حیوانوں سے عقل اور مزاج کے باعث ممتاز اور افضل ہے۔ اس کی تخلیق مرحلہ وار ہوئی ہے اور اجزاءِ تخلیق اس کے ذاتی اور داخلی مؤثر اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر حیوانی صفات غالب آجائیں تو یہ حیوانوں سے بدتر ہوجاتا ہے اور اگر داخلی ملکوتی صفات غالب آجائیں تو یہ اپنے خالق کا قرب پالیتا ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے اس کے مزاج اور طبیعت کی تخلیق کے ساتھ ہی اسے کچھ عملی ضابطے بھی دیئے تاکہ یہ اپنی عقل، مزاج اور طبیعت کی اصلاح کر سکے اور حیوانیت وملکوتیت کے بین بین انسانیت قائم رکھ سکے اور اسے بلندیوں تک لے جائے۔ اس سلسلۂ انسانیت کی بقاء وارتقاء کے لیے نبوت کی نعمت سے بھی انسان کو ہی سرفراز فرمایا اور تمام عملی ضابطے بھی انبیاء کی عملی و فکری تعلیم کے ذریعے انسانوں تک پہنچائے۔ انسان چاہے محلات کا باسی ہو یا جھونپڑوں کا مکین، اللہ کے ہاں سب برابر ہیں:

اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عَیَالُ اللّٰہِ۔ مخلوق (انسان) ساری کی ساری اللہ کا کنبہ ہے۔ (الحدیث)

ظاہر ہے اللہ اپنے کنبے کے لیے الگ الگ قوانین وضع نہیں کرتا بلکہ کنبہ کی خلقی برابری قائم رکھتے ہوئے انہیں عملی زندگی کا نقشہ عطا فرماتا ہے اور بہترین نقشہ نبیوں کی زندگی قرار دیتا ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (تم کو بھلی تھی سیکھنی رسول کی چال) (الاحزاب: 21)

اگر انسان سیکھے بغیر ہی اپنی اصلاح کر سکتا تو نبوت کی ضرورت تھی، نہ وحی والہام کی۔ انسان کا خالق و مالک خوب جانتا ہے کہ اس کی طبیعت ومزاج میں کیا خامی ہے۔ اور اس خامی کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے اور اس کا جو سب سے بہتر طریقہ تھا وہ عطا فرمایا اور اس کی اتباع ہم پر لازم وواجب کردی۔ اتباع اور اطاعت کے اسی سنہری سلسلہ کا ایک بہت ہی اہم رکن صوم (روزہ) ہے۔

صوم کے لغوی معنیٰ کسی بھی عمل سے رکنا ہے خصوصاً کھانے، بولنے اور چلنے سے رکنے کا نام صوم ہے۔ رکی اور ٹھہری ہوئی ہوا کو بھی صوم کہا گیا ہے۔ اور دن کے کلیجے میں رکے ہوئے سورج (استواءِ شمس نصف النہار) کو بھی صوم کہا گیا ہے۔ نہ چلنے والے، نہ چرنے والے گھوڑے کو بھی صائم کہا گیا ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے...... ایک عاقل وبالغ مسلمان انسان سحر سے مغرب تک اللہ کی رضا اور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کے لیے اپنی تمام حلال اور طیب لذتوں کو بھی خیر باد کہہ دے۔ صوم کا لفظ قرآن کریم میں اپنی مختلف صورتوں کے ساتھ ۱۳ مرتبہ آیا ہے اور ہر جگہ اس کا یہی معنیٰ ومفہوم ہے۔ چونکہ قرآن کریم مجموعۂ قوانین و احکام ہے۔ حکم خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ خبر کی صورت میں ہو یا انشاء کی صورت میں، حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے تیرہ مرتبہ روزے کا حکم دیا گیا جس سے اس کی معاشی اور معادی حیثیت واضح ہوگئی اور کسی قسم کا خرخشہ باقی نہ رہا۔ کچھ لوگوں کا ''یورپی نفس'' اس کو بہت ہی گراں سمجھتا ہے۔ ان سے قرآن نمٹتا ہے اور کہتا ہے کہ: ''یہ روزے صرف تم ہی پر فرض نہیں کیے گئے بلکہ تم سے پہلے بھی جو لوگ

تھے ان پر بھی روزے فرض تھے۔“ پھر یہ کہ: ”تم روزے رکھو کہ روزہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے۔“...... جس عمل کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے بہتر فرمادے اسے غلط، بے ڈھب، اور بے جا مشقت کہنا خالصتاً حیوانیت ہے۔ جبکہ حیاتِ طیّبہ حاصل کرنے کے لیے بہت ہی ضروری ہے کہ انسان کامل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بہر نوع اتباع کی جائے۔ خود روزہ نہیں رکھ سکتا، بیمار ہے یا ضعیف عمر رسیدہ ہے تو کسی کو روزہ کے لیے (اپنی حیثیت کے مطابق) خرچ دیدے، جس کی کم سے کم حیثیت ایک ٹوپہ گندم یا اس کی قیمت ہے۔

روزے کی حکمت:

روزہ رکھنے کی حکمت قرآن کریم نے خود بیان کی ہے۔ **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** (تا کہ تم متقی بن جاؤ) (البقرہ:183)

متقی کے معنی صوفیاء نے بیان کئے ہیں کہ مشتبہ چیزوں سے بھی بچو اور فقہاء کے ہاں اس کا معنی ہے حرام سے بچو۔ اب روزہ کے حقیقی معنی یوں ہوں گے کہ حلال وطیب چیزوں سے بھی اپنے آپ کو روک لو یعنی نفس میں ایسا قوی جذبہ پیدا کرلیا جائے کہ آدمی جب بھی کسی بات، کسی عمل اور کسی بھی چیز سے رکنا چاہے تو رک سکے۔ حتیٰ کہ حلال لذّتوں، طیّب کھانوں اور جائز راحت و آرام کو بھی چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکے۔ چودھری افضل حق مرحوم نے لکھا ہے: ”اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے، نماز مجلسی مساوات کا درس دیتی ہے اور روزہ اقتصادی مساوات کے لیے تلخ حقیقت کا تجربہ ہے“۔ ایک اور جگہ یوں رقمطراز ہیں۔ ”اس لیے مساوات پسند مذہب نے روزہ کا حکم دے کر غریب کی زندگی کی ہلکی سی جھلک دکھا کر کہا کہ ان کا احساس کرو جو ملک کے غلط نظام کے باعث فاقوں مر رہے ہیں“۔ روزہ نہ رکھنے والے سرمایہ دار اور جاگیر دار، حکمرانوں اور سیاست دانوں کی حیوانیت پر ضرب لگاتے ہوئے چودھری صاحب یوں حملہ آور ہوتے ہیں: ”امراء تو رمضان سے پہلے ہی اپنے دوستوں میں (حلقۂ ستائش باہمی) اپنی بیماری کا پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیتے ہیں اور قسم کھانے کو احتیاطاً ڈاکٹر سے دو دن پہلے سر چکرانے کا نسخہ بھی لے لیتے ہیں تا کہ سند رہے۔ روزہ سے بچنے کے لیے وہ بیماری کی ساری صورتیں قبول کر لیتے ہیں مگر معمولی فاقہ کی مصیبت نہیں اٹھا سکتے۔ غریب روزہ رکھ کر قرآن خوانی اور نوافل میں وقت گزار لیتے ہیں امیر کمزور اور بیمار پر روزے کے ”برے“ اثرات کے دلائل ڈھونڈنے اور احباب میں اس کی کیفیت بیان کرنے میں بسر کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی آہ بھر کر اپنی لات کی بیماری کی شکایت کر کے کہتے ہیں کہ دل تو چاہتا ہے کہ روزے رکھوں مگر ڈاکٹر آڑے آتا ہے۔ جی مسوس کر رہ جاتا ہوں۔“

اب تو ”من حراموں“ کی ایک طویل فہرست ہے جو روزہ نہیں رکھتے کیوں کہ انھوں نے کلچرل ہونے کو مذہب پر ترجیح دی ہے۔ کیا مرد کیا عورتیں کیا امیر اور کیا غریب اس حمام میں سب ننگے اور کلچرل ہیں۔ (**فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ**) اور اگر کسی سولائزڈ آدمی نے اکیسویں رمضان کا روزہ رکھنے کی مذہب پر ”مہربانی“ کر بھی لی تو اخبارات میں اس موذی کا نام ”صائمین“ کی فہرست میں سر فہرست ہوگا۔ افطاری اور دعاؤں کی دھوم مچی ہوگی۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ ظہر تک تو تاب لاتے ہیں پھر اس کے بعد دل دماغ، زبان سب بے قابو ہو جاتے ہیں گھر میں ایک ادھم مچ جاتا ہے۔ بیوی بچے یوں دبکے چھپے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے ملزم تھانے میں اور روزہ دار صاحب بہادر کے اول فول اور گالیوں کا نشانہ۔ ہمارے ہاں اخبارات کے مالکان رمضان میں بھی اخبار فروخت کرنے کے ثقافتی حیلے تلاش کر لیتے ہیں کبھی طبلہ وسارنگی سے سنگت کر لیتے ہیں اور کبھی کسی رنڈی کی

ننگی فوٹو اخبار کے سینہ پر سجا لیتے ہیں۔قومی اخبارات و جرائد کا یہ رویہ شرمناک ہے۔ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر 8 گھنٹے کے مسلسل پروگرام میں روزہ، رمضان، قرآن، اذان کے لیے بمشکل 25 منٹ اور باقی قتلِ اسلام کے منظور شدہ پروگرام کے لیے۔

ایک چہرے پر کئی چہرے سجا لیتے ہیں لوگ

روزہ کی فرضیت:

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو اس کے متصل ہی 2 ہجری میں اس امت پر روزے فرض ہوئے۔گویا تکمیل اسلام میں ہجرت اور روزہ شانہ بشانہ ہیں یعنی اسلام کا عروج مشقتوں اور صعوبتوں کی راہ سے ہو کر آتا ہے۔راحتوں اور لذتوں سے آشنا نہیں:

ماہِ صیام کا تم سے یہی تقاضا ہے
کہ لو خدا سے لگاؤ ، صیام کے دن ہیں

روزہ میں بھوک پیاس، لذت و راحت کو چھوڑنے سے صدر اسلام میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور صحابہ کرام ؓ کی زندگی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔وہ آدمی جسے انسان ہونا میسر نہیں اگر عقل و شعور کی آنکھ کھول کے دیکھے تو صحیح اور سچا انسان وہی نظر آتا ہے جو اپنا دل، آنکھیں، کان، دماغ، نفس اور روح احکام الٰہی کے سامنے ڈال دے......اطاعت فرماں برداری اور اتباع کی وہ مثال قائم کرے جس کا نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے 23 برس مطالبہ کیا۔

اَطِیْعُو اللّٰہَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ۔اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو۔ (النساء:59)

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ ۔

جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی، بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔(النساء:80)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطالبے پر اُمت کا موجودہ منفی ردّعمل کسی عذاب میں تو مبتلا کر سکتا ہے۔مغفرت، رحمت، بقاء، ارتقاء اور نجات کی ضمانت ہرگز نہیں دے سکتا۔

اگر دنیا میں عزت، عظمت، آبرو......اور ترقیاں مطلوب ہیں اور عقبیٰ میں سرخروئی، سرفرازی اور نجات کی آرزو ہے تو ہر عمل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور اپنی خواہشوں کو روکیں کہ خواہشات ہی ایک ایسی دلدل ہے جس میں دھنسا ہوا کبھی نہیں نکلا۔یہ ایک ایسا خوبصورت جال ہے جس میں پھنسا ہوا کبھی رہا نہیں ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''رمضان کا چاند طلوع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور شیطان قید کر دیے جاتے ہیں۔''

روزہ اور روزہ دار کے فضائل:

نسائی میں ایک حدیث سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ صِیَامُ رَمَضَان (عَلَیْکُمْ)وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہ' فَمَنْ صَامَہ' وَقَامَہ' اِیْمَاناً وَاحْتِسَاباً خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہ' اُمُّہ' .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تم پر روزے فرض کیے اور میں نے قیام کی سنت تمہیں دی۔ پس جس نے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ وہ گناہوں سے یوں نکل گیا جس طرح پیدائش کے دن تھا۔ یعنی گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ (یا) وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ ۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔
کہ روزہ میرے اور بندے کے درمیان ایک بھید ہے۔ اور یہ صرف میرے ساتھ متعلق ہے۔ اسی لیے اس کی جزاء میں خود ہوں یا میں خود براہِ راست دوں گا۔

باقی تمام عبادات ظاہری صورت بھی رکھتی ہیں لیکن روزہ کی ظاہری کوئی ہیئت نہیں ہے۔ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے یہ ایک بھید ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ایک خاص رشتہ وتعلق ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے ہاں مشک سے بہتر ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسواک نہ کی جائے اور منہ گندا رکھا جائے بلکہ اس بُو سے مراد وہ بُو ہے جو خُلُوْ کی وجہ سے معدہ اور آنتوں سے اٹھتی ہے اور منہ سے نکلتی ہے اور یہ نتیجہ ہے اُس بھوک پیاس کی تلخی کا جو محض اللہ کی رضا کے لیے انسان برداشت کرتا ہے۔ اس کی پسندیدگی کی حکمت بھی یہی برداشت اور للّٰہیت ہے۔ (واللہ اعلم)

رمضان:

رَمَضَ یَرْمَضُ، فَتَحَ یَفْتَحُ کے باب سے ہے۔ معنیٰ ومفہوم یہ ہے کہ پیاس کی شدت سے اندر جل اٹھے اسے کہتے ہیں رَمَضَ الصَّائِمُ روزہ دار کا اندر جل اٹھا۔ رمضان کو رمضان اس لیے بھی کہا گیا کہ یہ شدید گرمیوں میں بھی آتا ہے۔ اس لیے مہینوں کے شمار کنندگان نے اس کا نام رمضان رکھ دیا لیکن سب سے پسندیدہ اس کا سبب جو ذکر کیا گیا وہ یوں ہے کہ:

اِنَّمَا سُمِّیَ رَمَضَانُ لِاَنَّہٗ یَرْمَضُ الذُّنُوْبَ اَیْ یُحْرِقُھَا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ
اس ماہ کا نام رمضان اس لیے رکھا گیا کہ یہ اعمالِ صالحہ سے گناہ جلا ڈالتا ہے۔

اس کے پہلے دس دن رحمتِ عامہ کے، درمیان کے دس دن عام بخشش کے اور آخری دس دن جہنم سے آزادی کے، جن لوگوں کے لیے جہنم واجب ہوجاتا ہے۔ (اپنے اعمالِ خبیثہ کی وجہ سے) ان کو بھی عام معافی مل جاتی ہے۔ سبحان اللہ!

کیا خوش نصیب ہے وہ آدم زاد جو اپنی حیوانی جبلتوں کو انسانیت کی رداءِ ابیض میں لپیٹنے کے لیے اللہ جل شانہ اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چون وچرا اطاعت کرتا ہے۔ اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے مالک سے رو رو کر معافیاں مانگتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں یوں پیش ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی آمد پر اھلاً وسھلاً ومرحبا کے ڈونگرے برساتے ہیں۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّ ھَیِّیْٔ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (الکہف: 10)
''اے ہمارے رب! ہم کو اپنے پاس سے بخشش دے اور ہمارے کام کی درستی کو پورا کردے۔''

رمضان کی مقدس راتوں میں اور دنوں میں کوئی اللہ کا بندہ اپنے ساتھ میری مغفرت کی بھی دعا کردے تو بیڑا پار ہے۔

روزوں کے اہم ترین مسائل

ادارہ

نیت کے مسائل:

زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں۔ بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہو گیا کہ آج میرا روزہ ہے اور پھر دن بھر نہ کچھ کھایا پیا اور نہ ہی صحبت کی تو روزہ ہو گیا۔ اگر زبان سے نیت کرے تو بہتر ہے کہ میں کل روزہ رکھوں گا خواہ عربی میں کرے یا اردو میں۔

نیت وارادہ کے بغیر اگر دن بھر بھوکا، پیاسا رہا کہ کھانے پینے کا خیال ہی نہ آیا یا پھر خواہش ہی نہ ہوئی، تو روزہ نہ ہوگا۔ رمضان کے روزے کی نیت رات سے کر لینا بہتر ہے اور رات کو نہ کی تو دن کو زوال سے ایک گھنٹہ پہلے تک کر سکتا ہے بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

- رمضان میں فرض روزے کے علاوہ کوئی اور روزہ رکھا تو بھی اسی رمضان کا فرض روزہ ہی ادا ہوگا۔

سحری کے مسائل:

- سحری کھانا مستحب ہے اگر بھوک نہ ہو تب بھی تھوڑا بہت چکھ لینا چاہیے تا کہ سحری کا ثواب مل جائے۔
- سحری حتی الامکان آخری وقت میں کھانی چاہیے۔ سحری کھاتے ہوئے وقت ختم ہو جائے یا اذان شروع ہو جائے تو کھانا بند کر دینا چاہیے، اذان کے آخر تک کھاتے رہنا یا برتن صاف کرنا غلط ہے اس سے روزہ نہ ہوگا۔
- سحری نہ کھا سکنے کی وجہ سے روزہ چھوڑ دینا کم ہمتی کی بات ہے اس سے گناہ ہوتا ہے۔

افطار کے مسائل:

- کھجور یا میٹھی چیز سے روزہ افطار کرنا چاہیے، اگر دونوں نہ ہوں تو پانی سے افطار کیا جائے۔ نمک سے افطاری کو ثواب سمجھنا غلط ہے۔
- سحری کو محلے میں آخری اذان دینے والے کے ساتھ رکھنا اور افطاری میں جو بھی پہلے اذان دے، فوراً افطار کر لینا درست نہیں بلکہ سحری وافطاری کو اوقات کا پابند رکھنا چاہیے، گھڑیوں کو معیاری وقت کے مطابق رکھنا چاہیے اور ایک آدھ منٹ کی احتیاط برت لینی چاہیے تا کہ شبہ پیدا نہ ہو۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

- کان وناک میں دوا ڈالنا۔
- قصداً منہ بھر کر قے کرنا۔
- انزال ہو جانا۔
- کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا۔
- رات سمجھ کر صبح کے بعد سحری کھانا۔

- کوئی ایسی چیز نگل لینا جو عام طور سے کھائی نہیں جاتی مثلاً لکڑی، کچا گیہوں وغیرہ۔
- دن باقی تھا مگر غلطی سے یہ سمجھ کر آفتاب غروب ہوگیا ہے روزہ افطار کرنا۔

ان سب چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا معیار:

اگر کوئی شے جسم کے کسی جوف میں قدرتی یا مصنوعی مخرق وراستہ (Opening) سے جان بوجھ کر یا غلطی سے داخل کی جائے مسام سے نہیں اور اس جوف میں ٹھہر جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے الاّ یہ کہ کہیں ضرورت اور مجبوری کا تقاضا ہو کہ روزے کے ٹوٹنے کا حکم نہ لگایا جائے۔

متفرق مسائل:

- رمضان کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں۔ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ کسی نے رمضان میں روزے کی نیت ہی نہیں کی اس لیے کھاتا پیتا رہا اس پر کفارہ واجب نہیں۔ کفارہ جب ہے کہ نیت کر کے روزہ رکھ لینے کے بعد اس کو توڑ دے۔
- اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو اور لوگوں کے سامنے کچھ کھائے نہ پیئے نہ یہ ظاہر کرے کہ میرا آج روزہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اگر ظاہر کردے گا تو دوہرا گناہ ہوگا۔ ایک تو روزہ نہ رکھنے کا دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔
- جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے لائق ہو جائیں تو ان کو بھی روزہ رکھنے کا حکم کرے اور جب دس برس کے ہو جائیں تو مار کر روزہ رکھائے اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھائے۔

روزہ کی حالت میں حقہ سگریٹ پینے سے کفارہ اور قضا دونوں واجب ہوں گے۔ اسی طرح لوبان وغیرہ کوئی دھونی سلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ جاتا رہا اور قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ اگر سرمہ لگایا یا خون نکلوایا یا تیل ڈالا پھر سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر قصداً کھالیا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

لیکن اگر ان چیزوں کے کرنے میں ڈر ہو کہ کہیں روزہ ٹوٹنے تک نوبت نہ پہنچ جائے تو ان کو کرنا روزہ کے لیے مکروہ ہوگا۔ اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھالے یا پی لے یا بھولے سے جماع کرلے تو اس کا روزہ نہیں گیا۔ اگرچہ پیٹ بھر کر کھائے۔ اگر بھول کر کئی دفعہ کھا پی لیا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

ایک شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی ہے تو روزہ یاد دلانا واجب ہے یاد نہ دلانا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر کوئی کمزور ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلائے، کھانے دے۔

حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا دھواں آپ ہی آپ چلا گیا یا گرد وغبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا۔ البتہ اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا چھالیہ کا ٹکڑا وغیرہ کوئی اور چیز تھی اس کو خلال سے دانتوں سے نکال کر کھا

گیا لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا یا آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی تو دیکھو اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں گیا اور اگر چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو جاتا رہا۔ البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا اس کے بعد نگل گیا تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ جائے گا چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو۔ دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا۔

اگر پان کھا کر خوب کلی، غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں، روزہ ہو گیا۔ روزے میں تھوک نگلنے سے روزہ نہیں جاتا چاہے جتنا ہو۔

ناک کو اس زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا، اسی طرح منہ کی رال سڑک کر نگل جانے سے روزہ نہیں جاتا۔ اسی طرح بلغم کو بھی نگل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کسی عورت کا شوہر بڑا بدمزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ سالن میں نمک مرچ درست نہ ہو تو ناک میں دم کر دے گا، اس کو نمک چکھ لینا درست ہے اور مکروہ نہیں۔

اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کوئی چیز کھلانا مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے اور مجبوری و ناچاری ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

روزہ دار نے دوا چکھی اور اس کا مزہ اپنے حلق میں پایا لیکن دوا حلق میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ انجائنا (دل کی طرف دوران خون کم ہو جانے) کے مریض اگر روزہ کی حالت میں (Angised) گولی زبان کے نیچے رکھ لیں اور اس کا خیال رکھیں کہ لعاب حلق کے نیچے اترنے پائے تو منہ کی اندرونی تہہ سے اس کے جذب ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر لعاب حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا احتیاط بہتر ہے۔

منہ میں دوا لگانا شدید ضرورت کے وقت جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر دوا پیٹ کے اندر چلی جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

کوئلہ چبا کر دانت صاف کرنا اور منجن یا پیسٹ سے دانت صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے تو روزہ جاتا رہے گا اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی اسی وقت کی توڑی ہوئی۔ اگر نیم کا مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔ مسواک کا کوئی ریشہ اتفاق سے سانس کے ساتھ اندر چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا، دن کو نہایا تب بھی روزہ ہو گیا بلکہ اگر دن بھر نہ نہائے تب بھی روزہ نہیں جاتا البتہ اس کا گناہ الگ ہوگا۔ کسی بھی قسم کا ٹیکہ خواہ عضلاتی یا وریدی ہو لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہاں تک کہ اگر کسی طبی ضرورت سے گلوکوز کی بوتل بھی چڑھائی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا محض روزہ کی مشقت کم کرنے کے لیے Drip یعنی گلوکوز کی بوتل لگانا مکروہ ہے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اسی طرح خون چڑھانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ فصد کھلوانے (Venesection) اور کسی مریض کے لیے خون دینے (Blood Donation) سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر آنسو یا پسینے کا ایک آدھ قطرہ منہ میں خود بخود چلا گیا اور نمکینی محسوس ہوئی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن اگر اتنی زیادہ

مقدار میں آنسو یا پسینہ منہ میں گیا کہ پورے منہ میں نمکینی محسوس ہوئی اور پھر اس کو نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

دن کو سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا درست ہے۔ اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا چاہے جس وقت ہو بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک یا رینٹھ میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں گیا، نہ مکروہ ہوا۔ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگر چہ دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔

آپ ہی آپ قے ہوگئی خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ یعنی منہ بھر کر ہوئی ہو پھر خواہ وہ منہ سے باہر نکل آئی ہو یا آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی ہو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر کئی مجالس میں تھوڑی تھوڑی قے اپنے اختیار سے کی ہو یا ایک دفعہ صبح کو پھر دوپہر کو پھر شام کو قے کی ہو کہ اگر اس کو جمع کیا جائے تو منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

سانس کے ذریعے آکسیجن لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

نہاتے ہوئے اگر پانی کان میں خود بخود چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ اپنے اختیار سے باہر ہے۔

سر کے زخم میں دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہاں سے دوا کسی جوف میں داخل نہیں ہوتی۔ پیٹ کا زخم اگر معدہ یا آنت میں نہ کھل رہا ہو تو اس میں دوا لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر تل یا اس کے برابر کی کوئی چیز اٹھا کر منہ میں ڈال لی اور اس کو منہ میں خوب چباتا رہا یہاں تک کہ اس کا کچھ پتہ نہیں رہا اور حلق میں مزہ محسوس نہ ہوا تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ **(بشکریہ: ماہنامہ دارالتقویٰ، جون ۲۰۱۴ء)**

☆ ہر مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر فرض ہے کہ رمضان المبارک کا خود روزہ رکھے اور اپنے متعلقین کو روزہ رکھنے کی تلقین کرے۔ چھوٹے بڑے گناہوں سے پرہیز کرے اور نماز باجماعت اور تراویح، تلاوت قرآن، درود شریف اور استغفار و توبہ کو وظیفہ بنائے۔ ☆ پندرہ برس سے کم عمر لڑکا' اگر اس میں بلوغت کی دوسری علامت موجود نہ ہو' تراویح میں بھی امام نہیں بن سکتا۔ ☆ تراویح میں قرآن پاک سنانے والے کو اجرت دینا جائز نہیں ایسے حافظ کے پیچھے قرآن سننے سے چھوٹی سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھنا افضل ہے۔ ☆ ڈاڑھی منڈوانے اور شرعی مقدار سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز اور تراویح مکروہ تحریمی ہے۔ ☆ تراویح بیس رکعت سنت ہیں۔ دو دو ایک نیت سے پڑھنا مستحب ہے۔ ☆ بلاضرورت کوئی چیز چبانا، نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا، ٹوتھ پیسٹ یا منجن یا کوئلہ سے دانت صاف کرنا روزہ میں مکروہ ہے۔ ☆ تمام دن حالت جنابت میں بغیر غسل کیے رہنا، فصد کرانا، کسی مریض کے لیے اپنا خون دینا اگر کمزوری سے روزہ ٹوٹنے کا ڈر ہو تو مکروہ ہے۔ غیبت ہر حال میں حرام ہے، روزہ میں اس کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے۔ روزہ میں لڑنا جھگڑنا، گالی دینا خواہ انسان ہو یا کسی بے جان کو یا جاندار کو ان سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ ☆ قے اگر منہ بھر کر بھی آئے اور باہر نکل جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ☆ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا سنت متواترہ ہے۔ جان بوجھ کر ننگے سر نماز پڑھنا اور اسے سنت قرار دینا گناہ ہے۔ ☆ صدقۂ فطر ہر صاحبِ نصاب پر اپنا اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔ ☆ صاحبِ حیثیت فی کس ساڑھے تین کلو کشمش یا جَو یا کھجور کی قیمت بھی ادا کر سکتے ہیں۔

رحمٰن سٹی

فضیلت شبِ قدر

مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ

اس مبارک مہینہ میں ایک عظیم الشان نعمت اور بڑی بھاری دولت لیلۃ القدر کا ہونا ہے جس کی وجہ سے رمضان المبارک کی عظمت اور برکت میں اور بھی چار چاند لگ گئے اور اس کی شان دوبالا ہوگئی۔ اس رات کی فضیلت میں یہی بات کچھ کم نہیں تھی کہ اس کی فضیلت کے بیان کے لیے قرآن پاک میں ایک پوری سورۃ (سورۃ القدر کے نام سے) نازل ہوچکی ہے جس میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اس رات میں عبادت کرنا ہزار مہینہ کی عبادت سے افضل اور بہتر ہے۔ جتنا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے ملتا ہے اس سے کہیں زیادہ ثواب صرف اس ایک رات کی عبادت میں ملتا ہے اور اس زیادہ ثواب کی کوئی حد بھی بیان نہیں فرمائی گئی۔ اس بنا پر اگر کوئی یوں امید رکھے کہ بے شمار ثواب ملے گا جو شمار ہی میں نہیں آسکتا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو ”انا عند ظن عبدی بی“ کے مطابق بے شمار ثواب ملے گا حق تعالیٰ بندے کے ساتھ اس کے ظن کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ اس شب کا ثواب ہزار مہینہ کے برابر ہے یہ غلط ہے بلکہ اس رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینہ سے کہیں زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی احادیث اس کے فضائل اور اس میں عبادت کرنے کی ترغیب میں وارد ہوئی ہیں۔ دُرِ منثور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شبِ قدر حق تعالیٰ جل شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہوا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

فائدہ:۔ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو یعنی عبادت کرے ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے نہ کھڑا ہو۔ کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا۔

فائدہ:۔حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہ سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ احادیث میں صغائر (چھوٹے) کی قید دو وجہ سے مذکور نہیں ہوئی۔ اوّل تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اس کے ذمہ کوئی کبیرہ گناہ ہو کیونکہ اگر کبھی کبیرہ گناہ اس سے صادر ہوجاتا ہے تو اس وقت تک اس کو چین ہی نہیں آتا جب تک کہ وہ اس گناہ سے توبہ نہیں کرلیتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب لیلۃ القدر جیسے مواقع آتے ہیں تو اپنی بداعمالیوں پر ندامت اس کے لیے گویا لازم ہے اور توبہ کی حقیقت گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے۔

شبِ قدر کی تعیین میں علماء کے بہت اقوال ہیں۔ راجح قول یہ ہے کہ وہ اس مبارک مہینہ کی آخری عشرہ کی پانچ طاق

راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوتی ہے اور کسی سال کسی رات میں غیر معین طور پر ہوتی ہے۔ ہر سال ایک ہی رات میں نہیں ہوتی مگر ہوتی انہی پانچ راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہے اس لیے مختلف راتوں میں اس کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی رائے ہے کہ وہ رمضان المبارک کی ۲۷ شب ہوتی ہے۔

فائدہ:۔اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ بیسواں روزہ گزار کر جو رات آئے گی وہ اکیسویں ہوگی۔ اسی طرح طاق راتیں وہ ہیں جن کے بعد طاق عدد کا روزہ ہو کیونکہ شریعت میں رات پہلے آتی ہے اس کے بعد دن آتا ہے۔ سبحان اللہ! شریعت نے بندوں کے ضعف کی کس قدر رعایت فرمائی ہے کہ عشرہ اخیرہ کی ہر رات کو شبِ قدر کی تلاش کے لیے مقرر نہیں فرمایا بلکہ وتر طاق راتیں مقرر کیں تا کہ درمیان میں ایک رات آرام کر لیا کریں کیونکہ دن کو سونے میں اتنی راحت نہیں جتنی رات کے سونے میں ملتی ہے۔ یعنی اگر عشرہ اخیرہ کی ہر رات کو شبِ قدر تلاش کرنے کا حکم ہوتا تو اس صورت میں دسوں راتیں جاگنے ہی میں گزرتیں تو عشاق کے لیے بہت دشواری پیش آتی۔

اس رات میں دوسری راتوں کی نسبت معمول سے زیادہ جاگنا مناسب ہے۔ اب قویٰ کمزور اور ہمتیں ضعیف ہوگئی ہیں تحمل و برداشت کے موافق ان راتوں میں شب بیداری کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ رات بھر جاگ کر صبح کی جماعت فوت کر دے۔ عشاء کی نماز کو جماعت سے ادا کر کے سو جانا اور پھر صبح کی نماز با جماعت ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ شب بھر جاگ کر صبح کی جماعت کو فوت کر دے۔ اگر زیادہ کچھ بھی نہ ہو سکے تو ان راتوں میں نماز با جماعت کا خاص اہتمام کرے تا کہ اس کی برکت سے بالکل ہی محروم نہ رہ جائے۔ رہی یہ بات کہ ان راتوں میں کون سی عبادت کرنا زیادہ بہتر ہے سو سب سے بہتر اس رات میں نفل پڑھنا ہے۔ کیونکہ ان راتوں میں قیام کی افضلیت آئی ہے اور قیام نفلوں میں ہوتا ہے۔ اگر کچھ حصہ رات کا تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ میں گزار دے تو اور بھی بہتر ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَفَاعْفُ عَنِّیْ.'' (ترجمہ) ''اے اللہ بیشک تُو معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو پس معاف فرما دے مجھے بھی''۔

فائدہ:۔نہایت جامع دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمائیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔

من نگویم کہ طاعتم بپذیر قلم عفو بر گناہ ہم کش

بعض احادیث میں شبِ قدر کی چند علامات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ان میں سے یہ علامت کہ اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامات بہت سی روایات میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض علامات کا ذکر روایات میں آتا ہے مگر ان روایات کا پایا جانا لازمی نہیں ہے۔

بعض علامات ان حضرات کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ حضرت ابن ابی البابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ایوب بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شب میں سمندر کا پانی بالکل میٹھا تھا۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ شبِ قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے حتیٰ کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امورِ کشفیہ سے ہے، جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں اور راتوں سے زیادہ عبادت میں مشغول رہیں کوئی علامت نظر آئے یا نہ آئے اس کی فکر میں نہ پڑیں۔ روشنی وغیرہ علامات کشفی طور پر کسی کو نظر بھی آجاتی ہیں۔ لیکن اگر کچھ بھی نظر نہ آوے پھر بھی اس رات کی عبادت کا اجر وثواب حاصل کرنے کی غرض سے جس قدر ہو سکے عبادت میں لگا رہے اور مناسب ہے کہ جتنی دیر جاگنا چاہے اس کے تین حصے کر لے۔ ایک حصہ میں نوافل پڑھے اور ایک حصہ میں تلاوت کلام اللہ کے اندر مشغول رہے اور تیسرا حصہ استغفار، درود شریف اور دعا وغیرہ ذکر اللہ میں گزار دے۔ اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ میں انہی تین عبادتوں، نماز اور تلاوت کلام اللہ اور ذکر اللہ کو ایک جگہ جمع فرما دیا گیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ اب بزرگوں کی نسبت میں وہ کیفیت نہیں ہوتی جو پہلے بزرگوں کی نسبت میں ہوتی تھی اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے بزرگ تین چیزوں کی پابندی فرماتے تھے۔ کثرت نوافل، کثرت تلاوت اور کثرت ذکر اللہ۔ اب اس زمانہ میں ذکر اللہ کی کثرت کا تو بزرگوں کو کچھ خیال ہے مگر تلاوت اور نوافل کی کثرت کا اہتمام کم ہو گیا ہے۔ الا نادراً اس لیے نسبت مع اللہ کی کیفیت میں بھی فرق آ گیا۔ واقعی اب جو لوگ اللہ والے کہلاتے ہیں ان کے یہاں بھی اکثر صرف کثرت ذکر کی ہی تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے۔ نوافل و تلاوت کا خیال ہی نہیں رہا۔ گو ابتداءِ سلوک میں سالک کے لیے ذکر اللہ کی کثرت زیادہ مفید اور یکسوئی پیدا کرنے کے اندر معین ہے مگر اب تو صوفیاءِ زمانہ کو ذکر کی پابندی کرتے ہوئے تو کچھ دیکھا بھی جاتا ہے۔ اگر چہ اس میں بھی اب بہت کمی آتی جا رہی ہے مگر آخری عمر تک تلاوت کلام اللہ کی پابندی اور نوافل کی کثرت کا تو کہیں نام ونشان بھی نہیں الا ماشاء اللہ۔ ہمارے اسلاف کا تو یہ طریقہ نہ تھا۔

اعتکاف کے مسائل

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہٗ

اعتکاف کی اقسام: اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، مسنون اور نفل۔

اعتکاف واجب: واجب وہ ہے جس کی نذر کی جائے۔ نذر خواہ غیر مشروط ہو۔ جیسے کوئی شخص بغیر کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے یا مشروط جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔

مسنون اعتکاف: یہ سنت مؤکدہ ہے۔ رمضان کے اخیر عشرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالالتزام اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔ مگر یہ سنت مؤکدہ بعض کے کر لینے سے سب کے ذمہ سے اتر جائے گی۔

نفل یا مستحب: مستحب یہ ہے کہ ماہ رمضان کے اخیر عشرہ کے سوا اور کسی زمانہ میں خواہ رمضان کا پہلا، دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ ہو اعتکاف کیا جائے۔

مطلق اعتکاف کی شرائط:

۱۔ اعتکاف خواہ واجب ہو یا سنت ہو یا نفل ہو اس میں اعتکاف کی نیت شرط ہے۔ اعتکاف کے قصد و ارادہ کے بغیر مسجد میں ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے۔ لہٰذا اگر نیت کے بغیر اعتکاف کرے گا تو بالاتفاق جائز نہیں۔

چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے اس لیے عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آ گیا۔

۲۔ جنابت سے اور حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

۳۔ مسجد میں ٹھہرنا خواہ اس مسجد میں پنج وقتہ نمازیں جماعت سے ہوتی ہوں یا نہیں البتہ افضل اس مسجد میں ہے جس میں جماعت ہوتی ہو۔

مسئلہ: افضل ترین اعتکاف مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ہے۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں پھر مسجد اقصیٰ میں اس کے بعد کسی بھی جامع مسجد میں یعنی جہاں جمعہ پڑھایا جاتا ہو۔ اس کے بعد محلّہ کی اس مسجد میں جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔

۴۔ روزہ کی شرط:

مسئلہ: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پانچوں وقت نماز نہیں ہوتی تو جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے دوسری مسجد میں جاسکتا ہے۔

مسئلہ :اعتکاف واجب کے لے روزہ شرط ہے۔ جب کوئی شخص اعتکاف کرے تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔ بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا تب بھی اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی کیونکہ رات روزے کا وقت نہیں۔ ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات کو بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔ روزہ کا خاص اعتکاف کے لیے رکھنا بھی کافی ہے۔ مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کے لیے بھی کافی ہے۔ ہاں اس روزے کا واجب ہونا ضروری ہے۔ نفل روزہ اس کے لیے کافی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور اس کے بعد اسی دن اعتکاف کی نذر کرے تو صحیح نہیں۔ اگر کوئی شخص پورے رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی مگر مسلسل روزے رکھنا اور ان میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

اعتکاف مسنون میں اگرچہ عام حالت میں تو روزہ ہوتا ہی ہے لیکن پھر بھی اس اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے روزہ ہونا شرط ہے۔

نفلی اعتکاف میں معتمد علیہ قول یہ ہے کہ اس کے لیے روزہ شرط نہیں۔

مقدار اعتکاف:

مسئلہ: اعتکاف واجب کم سے کم ایک دن ہوسکتا ہے اور زیادہ جس قدر نیت کرے اور اعتکاف مسنون ایک عشرہ کا۔ اس لیے کہ اعتکاف مسنون رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتا ہے اور اعتکاف مستحب کے لیے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: اعتکاف میں بلوغت شرط نہیں ہے لہٰذا سمجھدار بچہ بھی اعتکاف کرے تو درست ہے۔

مسجد سے کن ضرورتوں کے لیے نکل سکتا ہے:

تنبیہ(۱): جس ضرورت کے لیے نکلنا جائز ہے اس کے لیے جب نکلے تو اس سے فارغ ہونے کے بعد وہاں ٹھہرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت رفع کرے جو اس مسجد سے قریب ترین ہو مثلاً اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اس میں قضائے حاجت کرنا چاہیے کہیں اور جانا درست نہیں۔

تنبیہ(۲): چونکہ اعتکاف کے لیے ضروری ہے کہ معتکف مسجد میں ٹھہرے اور بلاضرورت باہر نہ نکلے تو ضروری ہے کہ مسجد کا مطلب معلوم ہو۔

عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطے کو مسجد ہی کہتے ہیں لیکن شرعی اعتبار سے مسجد (یعنی سجدے اور عبادت کی جگہ) صرف وہ حصہ ہوتا ہے جو نماز پڑھنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ باقی وضو خانہ، غسل خانے، استنجاء کی جگہ، امام

کا کمرہ، سامان رکھنے کا کمرہ وغیرہ یہ مسجد کی ضروریات اور ملحقات ہیں خود مسجد نہیں ہیں۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لیے جگہ بنائی جاتی ہے۔ اس جگہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو۔ وہ شرعی مسجد میں داخل نہیں بلکہ اس کے ملحقات میں ہے۔

معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز کے لیے مقرر کیے ہوئے حصہ سے بلا شرعی عذر کے باہر نہ نکلے اور ملحقات میں بھی نہ جائے کہ اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

وہ ضرورتیں جن کے لیے مسجد سے نکلنا معتکف کے لیے جائز ہے دو قسم کی ہیں:

طبعی ضرورتیں: جیسے پیشاب، پاخانہ اور ان دونوں کے متعلقات یعنی استنجاء، وضو اور اگر احتلام ہو جائے تو غسل کرنا۔

شرعی ضرورتیں: جیسے اذان دینے کے لیے نکلنا اور جمعہ کی نماز کے لیے نکلنا۔

قضائے حاجت:

مسئلہ: پیشاب کے لیے مسجد کے قریب ترین جس جگہ پیشاب کرنا ممکن ہو وہاں جانا چاہیے۔

مسئلہ: پاخانے جانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اسی میں قضائے حاجت کرنا چاہیے کہیں اور جانا درست نہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کے لیے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو پھر اپنے گھر جا سکتا ہے خواہ وہ کتنی ہی دور ہو۔

اپنے گھر کے مقابلے میں اگر کسی دوست یا عزیز کا گھر مسجد کے قریب تر ہو تو قضائے حاجت کے لیے اس کے گھر جانا ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو وہ قریب والے گھر میں قضائے حاجت کے لیے جائے۔

مسئلہ: اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔

مسئلہ: جو شخص قضائے حاجت کے لیے اپنے گھر گیا ہو وہ قضائے حاجت کے بعد وضو کر سکتا ہے۔

مسئلہ: قضائے حاجت میں استنجاء بھی داخل ہے۔ لہٰذا جن لوگوں کو قطرے کا مرض ہو وہ صرف استنجاء کرنے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتے ہیں۔

غسل: صرف احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل جنابت کے لیے معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے کسی ٹب میں بیٹھ کر اس طرح غسل کرنا ممکن ہو کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو باہر نکل سکتا ہے۔

غسل جنابت کے علاوہ کسی اور غسل کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں خواہ وہ جمعہ کا غسل ہو یا گرمی سے ٹھنڈک کا غسل ہو۔ اگر ہو سکے تو اس کے لیے مسجد کے اندر ہی بڑا ٹب رکھ کر اس طرح نہائے کہ پانی مسجد کے فرش پر نہ گرے۔

وضو: اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے تو

وضو کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی جگہ اور انتظام نہ ہو تو مسجد سے باہر نکل سکتا ہے خواہ وضو فرض نماز کے لیے ہو یا نفل نماز کے لیے۔ البتہ وضو ہوتے ہوئے دوبارہ وضو کرنے کے لیے نکلنا جائز نہیں۔

ہوا خارج کرنا: معتکف کے لیے اس کی خاطر مسجد سے نکلنا جائز ہے۔

کھانے کی ضرورت: اگر کسی شخص کو کوئی ایسا آدمی میسر ہے جو اس کے لیے مسجد میں کھانا لا سکے تو وہ لا کر دے لیکن اگر کوئی دوسرا لا کر دینے والا نہ ہو تو معتکف کھانا لانے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے لیکن کھانا مسجد میں ہی لا کر کھائے۔ نیز یہ شخص ایسے وقت مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار مل جائے لیکن اگر کبھی کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو جائز ہے۔

اذان:

مسئلہ: اگر کوئی موذن اعتکاف کرے اور اسے اذان دینے کے لے (لاؤڈ سپیکر نہ ہونے کی صورت میں) مسجد سے باہر جانا پڑے تو نکلنا جائز ہے مگر اذان کے بعد نہ ٹھہرے۔

اگر کوئی معتکف با قاعدہ موذن تو نہیں لیکن کسی وقت کی اذان دینا چاہتا ہے تو اس کو بھی نکلنا جائز ہے۔

مسئلہ: مسجد کے مینار کا دروازہ اگر مسجد کے اندر ہو تو کسی بھی معتکف کے لیے مینار پر چڑھنا مطلقاً جائز ہے کیونکہ وہ مسجد ہی کا حصہ ہے۔ البتہ اگر دروازہ باہر ہو تو اذان کی ضرورت کے علاوہ اس پر چڑھنا جائز نہیں۔

نماز جمعہ:

مسئلہ: جمعہ کی نماز کے لیے ایسے وقت جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور نماز کے بعد بھی سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا جائز ہے۔ اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جمعہ کی نماز کے لیے کسی مسجد میں جائے اور نماز کے بعد وہیں ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

مسجد سے منتقل ہونا: معتکف کے لیے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے یا کوئی شخص زبردستی اس کو وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان ومال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لیے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔

کن چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے:

مسئلہ: حالت اعتکاف میں دو قسم کے افعال حرام ہیں یعنی ان کے ارتکاب سے اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو

فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا کرنا پڑے گی اور اگر اعتکاف مستحب ہے تو ختم ہو جائے گا۔

پہلی قسم کے افعال: اعتکاف کی جگہ یعنی مسجد سے مذکورہ ضرورتوں کے بغیر باہر نکلنا خواہ قصداً ہو یا بھولے سے ہو اور خواہ ایک لمحہ کے لیے ہو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: کوئی معتکف کسی طبعی یا شرعی ضرورت سے باہر نکلے اور ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی باہر ٹھہر جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: کسی مریض کی عیادت کے لیے یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لیے یا آگ بجھانے کے لیے مسجد سے نکلا تو اعتکاف ٹوٹ گیا گو ان صورتوں میں اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوتا بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے مگر اعتکاف باقی نہ رہے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص زبردستی مسجد سے باہر نکال دیا جائے اور باہر ہی روک لیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف نہ رہے گا۔ مثلاً کسی جرم میں حاکم وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہوا اور سپاہی اس کو گرفتار کر کے لے جائیں یا کسی کا قرض اس کے ذمہ ہو اور وہ اس کو باہر نکالے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور پھر مسجد تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

مسئلہ: اگر مثلاً طبعی حاجت پیشاب پاخانہ کے لیے مسجد سے نکلا پھر اسی ضمن میں مریض کی عیادت کی یا نماز جنازہ کے لیے چلا گیا تو جائز ہے جب کہ مسجد سے نکلنا خاص اس غرض سے نہ ہو اور راستہ سے نہ پھرے اور نماز جنازہ کی مقدار سے زیادہ نہ ٹھہرے اور مریض کی عیادت چلتے چلتے کرے وہاں ٹھہرے نہیں۔

دوسری قسم کے افعال: واجب اور مسنون اعتکاف کے لیے چونکہ روزہ شرط ہے اس لیے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر، جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا۔

غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہو گیا جو روزے کے منافی تھا مثلاً کلی کرتے ہوئے غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطار کا وقت ہو چکا ہے۔ لیکن اگر روزہ ہی یاد نہیں رہا اور بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اعتکاف بھی نہیں ٹوٹا۔

جماع کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ جماع جان بوجھ کر کرے یا سہواً، دن میں کرے یا رات میں، مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر اور اس سے انزال ہو یا نہ ہو۔

وہ افعال جو جماع کے تابع ہیں جیسے بوسہ لینا یا معانقہ کرنا وہ بھی حالت اعتکاف میں ناجائز ہیں مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا خواہ عمداً کیے ہوں یا بھول سے کیے ہوں جب تک منی خارج نہ ہو۔ البتہ اگر صرف خیال اور فکر سے

منی خارج ہو تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے:

۱۔ اعتکاف کے دوران میں کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۲۔ کسی ڈوبتے جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لیے۔

۳۔ ماں باپ یا بیوی بچوں میں سے کسی کو سخت بیماری ہو جائے اور اس کی تیمار داری کی ضرورت ہو۔ کوئی اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو۔

۴۔ کوئی جنازہ آجائے اور نماز پڑھنے والا کوئی اور نہ ہو۔

مسنون اعتکاف ٹوٹنے کا حکم: اعتکاف غلطی سے ٹوٹ گیا ہو یا مجبوری سے توڑا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضا واجب ہوگی پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔

اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن دن کی قضا واجب ہوگی یعنی قضا کے لیے صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ روزہ رکھے اور اسی دن شام کو غروب آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ رات بھر وہاں رہے روزے رکھے اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔

مسئلہ: اسی رمضان میں کسی دن قضا کر سکتا ہے۔

مسئلہ: اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضرور نہیں بلکہ باقی ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھ سکتا ہے۔

مباحات اعتکاف:

۱۔ کھانا پینا ۲۔ سونا ۳۔ بال کٹوانا لیکن بال مسجد میں نہ گریں ۴۔ ضروری خرید وفروخت کرنا بشرطیکہ اس وقت سودا مسجد میں نہ لایا جائے اور ضروریات زندگی کے لیے ہو مثلاً گھر میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو ۵۔ کام کی بات چیت کرنا ۶۔ کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا ۷۔ مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ تجویز کرنا ۸۔ قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا ۹۔ برتن کپڑے دھونا جب کہ خود مسجد میں رہے اور پانی باہر گرے ۱۰۔ نکاح پڑھنا یا پڑھوانا ۱۱۔ ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔

مکروہات اعتکاف:

۱۔ خاموشی کو عبادت سمجھ کر حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے ۲۔ فضول اور بلا ضرورت باتیں کرنا ۳۔ سودا مسجد میں لا کر بیچنا مکروہ تحریمی ہے ۴۔ اعتکاف کے لیے مسجد کی اتنی جگہ گھیرنا جس سے دوسرے اعتکاف کرنے

والوں اور نمازیوں کو تکلیف ہو ۵۔ اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا تعلیم دینا وغیرہ ۶۔ تجارت کی غرض سے خرید و فروخت کرنا گرچہ سودا مسجد میں نہ لائے ہوں مکروہ ہے لیکن اگر اپنے لیے یا گھر والوں کے لیے ضرورت و مجبوری ہو تو مسجد میں رہتے ہوئے کوئی سودا خرید سکتا ہے اور فروخت کر سکتا ہے۔

اعتکاف کے آداب:

۱۔ اعتکاف کے مکروہات سے بچے ۲۔ اپنے اوقات کو تلاوت قرآن، ذکر اور دیگر عبادتوں اور دین کے سیکھنے سکھانے میں لگائے ۳۔ صحیح اور معتبر دینی کتابیں پڑھنا بھی موجب ثواب ہے

مسنون اعتکاف کے دیگر مسائل:

مسئلہ: رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک بستی یا محلے میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو تمام اہل محلّہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائی گی لیکن اگر پورے محلے میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو پورے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر محلے والوں میں سے کوئی شخص بھی کسی مجبوری کی وجہ سے اعتکاف کرنے کے لیے تیار نہ ہو اور کسی دوسرے محلے کا آدمی اس مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے تو یہ بھی صحیح ہے اور اس سے محلّہ والوں کی سنت ادا ہو جائے گی۔

واجب یعنی نذر کے اعتکاف کے دیگر مسائل:

مسئلہ: جب آدمی یوں کہے ''میں نے فلاں دن کا اعتکاف اپنے ذمہ لازم کر لیا'' یا میں فلاں دن اعتکاف کرنے کی نیت مانتا ہوں یا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کو تندرستی دی تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا۔ ان تمام صورتوں میں نذر صحیح ہو جائے گی اور اعتکاف واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر ایک دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو اگر دن سے اس کی نیت صرف روشنی کے وقت ہے تو صرف دن دن کا اعتکاف واجب ہوگا یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک اور اگر دن سے چوبیس گھنٹے کی نیت تھی تو ایک دن رات کا اعتکاف واجب ہوگا یعنی ایک دن غروب آفتاب کے پہلے سے دوسرے دن غروب آفتاب تک روزہ دونوں صورتوں میں شرط ہے۔

مسئلہ: اگر صرف ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہوئی کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص نذر کرتے وقت زبان سے یہ بھی کہہ دے کہ میں نماز جنازہ یا کسی درس یا دینی مجلس میں شرکت کے لیے باہر آیا کروں گا تو اس کام کے لیے باہر آنا جائز ہوگا اور اس سے اعتکاف پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ لیکن سنت اعتکاف میں ایسا استثناء جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کو نذر پوری کرنے کا وقت نہیں ملا مثلاً اس نے بیماری میں نذر مانی تھی اور تندرست ہونے سے پہلے ہی مر گیا تو

اس پر کچھ واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مانی اور اسے نذر پوری کرنے کا وقت بھی ملا لیکن وہ نذر ادا نہ کر سکا یہاں تک کہ موت کا وقت آ گیا تو اس پر واجب ہے کہ وارثوں کو اس کے بدلے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرے۔ ایک دن کے اعتکاف کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔

نفلی اعتکاف کے دیگر مسائل:

مسئلہ: اس اعتکاف کے لیے نہ وقت کی شرط ہے نہ روزے کی نہ دن کی اور نہ رات کی بلکہ انسان جب چاہے جتنے وقت کے لیے چاہے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے۔

مسئلہ: رمضان کے آخری عشرہ میں دس دن سے کم کی نیت سے اعتکاف بھی نفلی ہوگا۔

مسئلہ: کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے مسجد جائے اور داخل ہوتے وقت نیت کرلے کہ جتنی دیر مسجد میں رہوں گا اعتکاف میں رہوں گا۔

مسئلہ: مسجد سے باہر نکلنے سے یہ اعتکاف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

عورتوں کا اعتکاف:

عورتوں کی جگہ کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ وہ اس جگہ میں ہو جس میں نماز کی زیادہ فضیلت ہو۔ مردوں کے لیے مسجد میں نماز کی زیادہ فضیلت ہے لہٰذا ان کے لیے اعتکاف کی جگہ مسجد ہے جب کہ عورتوں کے لیے گھر کی مسجد یعنی گھر میں نماز کے لیے مقرر کی ہوئی جگہ میں نماز زیادہ افضل ہے تو ان کے لیے گھر کی مسجد اعتکاف کی جگہ ہے۔ جن حدیثوں میں مسجد میں اعتکاف کا ذکر ہے ان ہی سے یہ ضابطہ حاصل ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عورتیں عام طور پر مسجد میں جا کر جماعت سے نماز ادا کرتی تھیں لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں عورتوں کا اس طرح سے مسجد میں جانا موقوف ہو گیا تھا۔ اعتکاف میں اصل کام تو نمازوں کا اہتمام ہے اس کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع واتفاق کو چھوڑ کر اور توڑ کر عورت مسجد میں جا کر نمازیں پڑھے اور اعتکاف کرے یہ بات جائز نہیں۔ اس لیے عورت کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کا اعتکاف گھر میں ہوگا اور وہ اس طرح کہ گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے اور عبادت کے لیے بنائی ہوئی ہو اس جگہ اعتکاف کرے اور اگر گھر میں ایسی کوئی جگہ مخصوص نہ ہو تو اعتکاف سے پہلے ایسی کوئی جگہ بنا لے اور اس میں اعتکاف کرے۔ اگر نماز کی مستقل جگہ بنانا ممکن نہ ہو تو گھر کے کسی بھی حصہ کو عارضی طور پر مخصوص کر کے وہاں عورت اعتکاف کر سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر عورت شادہ شدہ ہو تو اعتکاف کے لیے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر عورت نے شوہر کی اجازت سے اعتکاف شروع کر دیا بعد میں شوہر منع کرنا چاہے تو اب منع نہیں کر سکتا اور اگر منع کرے گا تو بیوی کے ذمہ اس کی تعمیل واجب نہیں۔

مسئلہ: عورت کے اعتکاف کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حیض اور نفاس سے پاک ہو۔ اگر کسی عورت نے اعتکاف شروع کر دیا پھر اعتکاف کے دوران ماہواری شروع ہوگی تو وہ فوراً اعتکاف چھوڑ دے اس صورت میں جس دن اعتکاف چھوڑا ہے صرف اس دن کی قضا اس کے ذمے ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد کسی دن روزہ رکھ کر اعتکاف کرے۔ اگر رمضان کے دن باقی ہوں تو رمضان میں قضا کر سکتی ہے۔

مسئلہ: عورت نے گھر کی جس جگہ اعتکاف کیا ہو وہ اس کے لیے اعتکاف کے دوران مسجد کے حکم میں ہے۔ وہاں سے اوپر ذکر کی گئی ضرورتوں کے بغیر نکلنا جائز نہیں۔ وہاں سے اٹھ کر گھر کے کسی اور حصے میں جائے گی تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: عورت اگر مسجد میں اعتکاف کرے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اس سے عورت کو بلا تردد منع کیا جائے گا جیسا کہ مسجد میں فرض نمازوں کے لیے جانے سے روکا گیا ہے۔

ایک اہم مسئلہ:

بعض جگہوں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ہر رمضان کے مہینے میں پیر صاحب پورے مہینے کا اعتکاف کرتے ہیں اور ان کے متعلقین ان کے ساتھ مختلف وقتوں کے لیے مختلف وقتوں میں اعتکاف کرتے ہیں۔ کوئی پورا مہینہ کوئی پہلا عشرہ، کوئی دوسرا عشرہ، کوئی تیسرہ عشرہ اور کوئی کم وبیش۔ اس طریقہ میں یہ خرابیاں ہیں۔

۱۔ سنت اعتکاف صرف آخری عشرہ میں ہے۔ چونکہ بہت سے لوگ پہلے یا دوسرے عشرے میں اعتکاف کرتے ہیں اور اس کی ان کو صراحۃً یا دلالۃً ترغیب دی جاتی ہے تو اس طرح ان کو سنت اعتکاف سے ہٹا کر نفلی اعتکاف میں لگا دیا جاتا ہے حالانکہ جب وہ اپنا وقت فارغ کر ہی رہے ہیں تو وہ آخری عشرہ فارغ کر سکتے تھے۔ تاکہ سنت اعتکاف بھی ہوتا اور شب قدر بھی حاصل ہوتی۔

۲۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رمضان میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا۔ پھر آپ نے اپنے قبے سے سر نکالا اور فرمایا میں نے شب قدر کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر میرے پاس فرشتہ آیا اور مجھے بتایا گیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے۔ تو جس جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ شب قدر کی تلاش میں ایک ایک عشرہ کر کے پورے مہینے کا اعتکاف کیا۔ شروع سے پورے مہینے کے اعتکاف کی نیت نہیں کی اور رمضان میں اعتکاف کی غرض شب قدر کو حاصل کرنا تھا۔ اب جب ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے معلوم ہوگیا کہ وہ آخری عشرہ میں ہوتی ہے تو اب مسنون اعتکاف کی نیت کر کے پورے مہینے کا اعتکاف کرنا مناسب نہیں۔ اور اگر پہلے بیس دن نفلی اعتکاف کی نیت کریں اور آخری دس دن سنت اعتکاف کی نیت کریں تو محض نفلی اعتکاف کی خاطر تداعی اور اجتماع ہوگا جو اصول کے خلاف ہے اور بدعت ہے۔

(مطبوعہ: مسائل بہشتی زیور، حصہ اوّل)

اشتہار: مدرسہ اُبی بن کعب

قاری محمد یوسف احرار

عیدالفطر......صدقۃ الفطر (فضائل،احکام،مسائل)

جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تمہید:

عیدالفطر بھی دیگر امتیازات دینیہ کی طرح ایک عظیم اسلامی شعار، ایک دوررس اخلاقی نصاب، ایک مسنون تفریح اور قومی مسرت اور خوشی کا مبارک دن ہے' جسے دنیاوالوں کے معمولات کے بالعکس اللہ نے بجائے ایک تہوار کے عبادت کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بہ قدر ضرورت تفریح کی آمیزش کر کے اسلام کی قوت وعظمت کو دوام بخش دیا ہے۔

ہر مرغوب ومحبوب شے کے حصول اور عزیز مقصد کے انجام پانے پر جب فطرۃً خوشی نصیب ہوتو دستور ہے کہ اس کے اظہار کی کوئی نہ کوئی صورت اور تدبیر ضرور اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے بھی دین فطرت ہونے کی وجہ سے اس معصوم انسانی جذبہ کی پوری قدر کی اور دین فطرت کی قائل امت مرحومہ کی دلداری وعزت افزائی فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے پاکیزہ مہینے میں مختلف قسم کی شبانہ روز عبادت وریاضت خوش اسلوبی سے مکمل کرنے پر یکم شوال کے دن چند خاص اعمال پر مشتمل ایک مظاہرہ مسرت وتفریح قانوناً مقرر کر دیا ہے۔

تحفہ عبودیت:

اپنی عزت وجاہت کے لیے نہیں بلکہ حصول اجر وثواب کی نیت کے ساتھ سچے دل سے دیئے ہوئے عطیہ کو صدقہ کہتے ہیں۔ اور ''فطر'' کا معنی ہے ٹوٹنا، کھلنا، جدا ہونا، تو صدقۃ الفطر کا مطلب ہوا۔ ماہ صیام کے جدا ہونے، روزہ کا عمل ٹوٹنے نیز کھانے پینے اور میاں بیوی کے میل جول کی بندش کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص قلب سے پیش کیا ہوا ''ہدیہ تشکر''

ہر چھوٹا بڑے کے لیے اور ہر ممنون اپنے محسن ومربی اور مرکز عقیدت تک کوئی تحفہ اور عطیہ کسی ذریعہ اور واسطہ کے ساتھ ہی پہنچانے جاتا ہے اور اس عمل کو اپنا فطری اور اخلاقی فرض، موجب سعادت اور باعثِ خیر وبرکت عمل یقین کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح فرماں بردار مخلوق جب خالق مطلق اور رب رحیم وکریم کے حضور اپنی بندگی اور توفیق عبادت وریاضت کی نعمت نصیب ہونے پر اظہار سرور وفرحت کے لیے جبہ سائی کا ارادہ کرے تو فقراء ومساکین کا معروف طبقہ کہ جن لوگوں کی حالت عجز واحتیاج، پروردگار کو بڑی محبوب ہے۔ ان کو اپنا وکیل اور نمائندہ بنا کر بارگاہ صمدیہ کے مناسب ہدیہ نیاز پیش کرنے پر فطرۃً اور قانوناً مامور ومجبور ہو جاتی ہے، یہ حاصل ہے، صدقۃ الفطر کی قانونی رسم اور شرعی ضابطہ کے اداء وتکمیل کا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں تازندگی اس روحانی فصل بہار سے دل ودماغ اور جسم وجان کے لیے کسب فیض ونور کا موقع ملتا ہے۔ ورزقنا اللہ ابداً......آمین! ہم سب کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔

زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا نصاب:

ہر آزاد، عاقل، بالغ مسلم جو گھریلو ضروریات کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کے نقد روپیہ یا سونے یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی قیمت کے سامان یا جائیداد یا تجارتی مال کا مالک ہو یا اس کے پاس موجود تمام اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے یا پھر وہ بجائے چاندی کے ساڑھے سات تولے سونے یا اتنے وزن کے سونے کے زیورات کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ کی طرح عید الفطر کے دن نماز کا وقت آتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اتنی مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال کا گزرنا ضروری نہیں۔

صدقۂ فطر:

ہر میاں بیوی پر صرف اپنی ذات کی طرف سے اور اپنے بے مال غیر بالغ یا بالغ مگر مجنون اولاد نیز اپنے نوکر اور خادمہ کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ مال دار بالغ اولاد اور باقی گھر والے اپنا صدقہ خود ادا کریں۔ البتہ ان کا وکیل بن کر صدقہ وزکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا درست ہے اور اگر کسی شخص نے بغیر ایک دوسرے کی اجازت کے از خود ہی اس کی طرف سے دے دیا تو وہ ''صدقہ نفلیہ'' بن جائے گا اور اصل آدمی پر صدقۃ الفطر بدستور واجب رہے گا۔ اس کو مستقلاً ادا کرنا ضروری ہے۔

عورت شریعت کے مطابق چونکہ اکثر احکام میں مرد کی طرح مستقل شخصیت وحیثیت کی مالک ہے۔ چنانچہ نقد اور غیر نقدی مال وغیرہ کے جمع اور خرچ میں اس کی ملکیت وحیثیت بھی مستقل ہے۔ لہٰذا اس پر صرف اپنی ذات کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے، اپنے شوہر اور اولاد کی طرف سے نہیں! اور اگر گھر میں صرف اس کے خاوند نے صدقہ ادا کیا تو اس سے عورت پر واجب شدہ صدقہ ادا نہیں ہوگا بلکہ اسے بہر حال اپنی زکوٰۃ، عشر اور قربانی کی طرح اپنا یہ صدقۃ الفطر بھی خود ہی براہ راست لازماً ادا کرنا پڑے گا ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔

صدقہ فطر میں پونے دو کلو گندم (احتیاطاً دو کلو) یا گندم کا آٹا یا ساڑھے تین کلو جَو (احتیاطاً چار کلو) یا جَو کا آٹا اور ستو یا چار کلو کھجور یا کشمش یا ان کی قیمت حاضر نرخ کے مطابق دینا واجب ہے۔ فقراء کی ضرورت کے لحاظ سے نقد پیسے دینا اولیٰ اور بہتر ہے تاکہ وہ غریب خود بھی کچھ خرید کر عید کی خوشی میں براہ راست حصہ دار بن سکے۔

نمازِ عید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا افضل اور مستحب ہے اور عید سے ایک دو روز قبل بھی ادا کرنا جائز ہے۔

صدقہ فطر کے مستحق، غیر مستحق:

رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں، باپ، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی میں سے کسی کو بھی صدقہ فطر اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی شوہر، بیوی ایک دوسرے کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ اس کے علاوہ دیگر محتاج ومسکین عزیز واقارب میں سے سوتیلے دادا، دادی، سوتیلے ماں، باپ، حقیقی چچا، چچی، پھوپھا، پھوپھی، ماموں، ممانی، خالو، خالہ، حقیقی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، اپنے سسر، ساس، سالہ، سالی اور بہنوئی سب کو زکوٰۃ وعشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے۔

سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ فطر سمیت تمام صدقات واجبہ، زکوٰۃ وعشر دینا جائز نہیں۔

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ''تمام صدقات، محمد اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ سادات بنو ہاشم کی پانچ شاخیں یہ ہیں (۱) آل علی (۲) آل عباس (۳) آل جعفر (۴) آل عقیل (۵) آل حارث (حضور ﷺ کے سب سے بڑے سوتیلے چچا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد)

عید کے دن مسنون اعمال:

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) حسب استطاعت کپڑے پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح کو جلدی اٹھنا (۷) عیدگاہ میں جلدی جانا (۸) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا کھجور یا چھوارے کے طاق دانے کھانا مستحب ہے (۹) نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا (۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا (بہ عذر شرعی شہر کی مسجد میں پڑھنا) (۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں اللّٰہ اکبر ، لاالہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا۔ (سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ جانا)

نمازِ عید کے احکام:

نماز عید کا وقت طلوع آفتاب یعنی اشراق کی نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ نماز عید سے قبل کوئی بھی نفل نماز گھر یا مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ حکم عورتوں اور ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھ سکیں۔ نماز عید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت۔ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے۔

طریقہ نماز:

دو رکعت نماز عید واجب مع چھے تکبیرات زائدہ کی نیت کر کے امام کے ساتھ پہلی تکبیر پر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللّٰھم آخر پڑھ لیں۔ پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، اب امام سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ دوسری رکعت میں امام جب فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لے تو اس کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کر لیں۔ پھر باقی ارکان سمیت نماز پوری کر لیں۔ بعد از نماز حسبِ دستور دعا بھی مانگ لیں۔

خطباتِ عید:

نماز کے بعد دو خطبات سنت ہیں، انہیں خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیے۔

جبری معانقہ و مصافحہ:

خطبہ کے بعد امام کو مصلّیٰ سے ہٹ کر ایک طرف ہو جانا چاہیے تاکہ لوگ آسانی سے منتشر ہو جائیں، اسی طرح نمازیوں کا ایک دوسرے کو یا امام کو سلام اور مصافحہ و معانقہ کرنا اور عید کی مبارک باد دینا بھی ثابت نہیں۔ گردنیں پھلانگنا، جلدی اور تیزی سے لپکنا اور جبری معانقہ و مصافحہ، سلام اور مبارک باد دینے کی کوشش کرنا قطعاً غلط اور خلافِ سنت اور بدعت ہے۔ اس غیر مسنون عمل سے بچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

زکوٰۃ کے حساب اور ادائیگی کا آسان طریقہ

ادارہ

زکوٰۃ کے حساب کے لیے ہجری سال کی ایک تاریخ مقرر کرلیں اور ہر سال اسی تاریخ کو حساب کیا کریں۔حساب لگانے سے پہلے دو چیزوں کو سمجھ لیں۔

1: قابلِ زکوٰۃ اموال اور اثاثہ جات۔ 2: مالیاتی ذمہ داریاں یعنی جو رقم قابلِ زکوٰۃ اموال سے کم کرنی ہے۔

قابل زکوٰۃ اشیاء اور اثاثہ جات:

۱:سونا چاندی، کسی بھی شکل میں ہوں اور کسی بھی مقصد کے لیے ہوں۔کھوٹ اور نگینے نکال کران کی جو مالیت بنے وہ نوٹ کرلیں۔ ۲:گھر میں یا جیب میں موجود رقم۔۳:بینک اکاؤنٹ یا لاکر میں موجود رقم۔۴:غیر ملکی کرنسی کی موجودہ مالیت۔۵:پرائز بانڈ ۶:مستقبل کے کسی منصوبے (حج بچوں کی شادی وغیرہ) کے لیے جمع شدہ رقم۔۷:تکافل یا انشورنس پالیسی میں جمع شدہ رقم۔۸:جو قرض دوسروں سے لینا ہے۔۹:کمیٹی BC کی جو رقم جمع کراچکے ہیں اور ابھی کمیٹی نہیں نکلی۔۱۰:کسی بھی چیز کے لیے ایڈوانس میں دی گئی رقم جب کہ وہ چیز ابھی ملی نہ ہو۔۱۱:سرمایہ کاری، مضاربت، شراکت میں لگی ہوئی رقم۔۱۲:شیئرز، سیونگ سرٹیفکیٹس، این آئی ٹی یونٹس، این ڈی ایف سیونگ سرٹیفکیٹس، پراویڈنٹ فنڈ کی وصول شدہ یا کسی اور ادارے میں مالک کے اختیار سے منتقل شدہ رقم۔۱۳:مالِ تجارت یعنی دکان، گودام یا فیکٹری میں جو سٹاک قابلِ فروخت ہے اس کی موجودہ قیمت۔۱۴:خام مال جو فیکٹری، دکان یا گودام میں موجود ہے، اس کی موجودہ قیمت۔۱۵:فروخت شدہ مال کے بدلہ میں حاصل شدہ اشیاء کی مالیت اور فروخت شدہ مال کی قابلِ وصول رقم۔۱۶:فروخت کرنے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ، گھر یا دکان کی موجودہ قیمت۔

اوپر ذکر کردہ تمام اشیاء کی کل مالیت کا حساب نکال کر ٹوٹل کرلیں۔

مالیاتی ذمہ داریاں یعنی جو رقم قابلِ زکوٰۃ اموال سے کم کرنی ہے:

۱:قرض جو ادا کرنا ہے یعنی ادھار لی ہوئی رقم۔۲:ادھار خریدی ہوئی چیزوں کی رقم ادا کرنی ہے۔۳:بیوی کا حق مہر جو ابھی ادا کرنا ہے۔۴:پہلے سے نکلی ہوئی کمیٹی BC کی جو بقیہ قسطیں ادا کرنی ہیں۔۵:آپ کے ملازمین کی تنخواہیں جو اس تاریخ تک واجب الادا ہوں۔۶:ٹیکس، دکان مکان وغیرہ کا کرایہ، یوٹیلٹی بلز وغیرہ جو اس تاریخ تک واجب الادا ہوں۔۷:گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ جو ابھی ادا نہیں کی گئی۔

مذکورہ تمام اشیاء کی کل مالیت کا حساب نکال کر ان کا بھی ٹوٹل کر لیں۔

اب قابلِ زکوٰۃ اشیاء کی کل مالیت سے یہ بعد والی رقم یعنی مالیاتی ذمہ داریوں والی رقم تفریق کر دیں۔ جو جواب آئے اس کو چالیس (40) پر تقسیم کر دیں پھر جو جواب آئے وہ آپ کے ذمہ واجب الادا زکوٰۃ کی کل رقم ہے۔ آپ یہ رقم اکٹھی بھی دے سکتے ہیں اور تھوڑی تھوڑی کر کے بھی ادا کر سکتے ہیں۔

کس کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے؟

زکوٰۃ کی رقم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لیے حلال نہیں۔ آپ کے خاندان سے مراد ہیں: آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، آلِ عباس اور آلِ حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم۔ جو شخص مذکورہ پانچ بزرگوں کی نسل سے ہو اسے زکوٰۃ نہیں دے سکتے، ان کی مدد کسی اور ذریعے سے کرنی چاہیے۔ کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ایسی NGO,s اور ادارے جو شرعی حدود کا لحاظ نہیں کرتے، انھیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ اپنے آباء واجداد یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ اور اپنی آل اولاد یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ان کے علاوہ باقی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ مسجد میں زکوٰۃ کی رقم نہیں دے سکتے۔

زکوٰۃ کس کو دے سکتے ہیں؟

ہر ایسے مسلمان کو جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے (612.36 گرام) چاندی یا اس کی مالیت کے بقدر سونا، نقد رقم، مالِ تجارت یا روزمرہ کی استعمال سے زائد اشیاء نہ ہوں وہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا مستحق ہے۔

زکوٰۃ کا بہترین مصرف:

ا: آپ کے مستحق رشتہ دار ہیں اس میں بھی دہرا ثواب ہے صلہ رحمی کا اور ادائیگی زکوٰۃ کا۔

۲: دینی مدارس ہیں اس میں دگنا ثواب ہے اشاعت وتحفظ دین کا اور ادائیگی زکوٰۃ کا۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

زکوۃ کا خود تشخیصی طریقہ کار

آپ درج ذیل طریقے سے بآسانی درست حساب لگا کر زکوۃ جیسی عظیم ذمہ داری سے سبکدوش اور عنداللہ ماجور ہو سکتے ہیں

قابل زکوۃ اثاثوں کی مالیت	فرضی رقم	مالی ذمہ داریاں جو قابل زکوۃ اثاثوں کی مالیت سے منہا کرنی ہیں	فرضی رقم
1۔سونا جس شکل میں اور کسی بھی مقصد کے لیے ہو (نگینہ اور بنانے کی اجرت نکال کر)	50,000/-	اگر قرضہ لیا ہوا ہے	100,000/-
2۔چاندی چاہے کسی شکل میں اور کسی مقصد کے لیے ہو	5800/-	بیوی کا مہر اگر ادانہ کیا ہو (جلد از جلد ادا کر دیں)	5100/-
3۔نقدی		BC کمیٹی کے بقایا (جبکہ یہ کمیٹی مل چکی ہے)	50,000/-
ہاتھ میں بینک بیلنس، کسی کے پاس امانت	100,000/-	یوٹیلٹی بلز اگر سال پورا ہونے سے پہلے آچکے ہوں	10,000/-
ادھار دیا گیا نقد یا مال/ پارٹیوں پر بقایا	60,000/-	پارٹیوں کی پیمنٹس	40,000/-
غیر ملکی کرنسی (موجودہ ریٹ سے)	1,000/-	ملازمین کی تنخواہیں	50,000/-
بانڈ کی صورت میں	8,000	گزشتہ سالوں کی زکوۃ جو ادانہ کی گئی ہو	10,000/-
شیئرز کی صورت میں (مارکیٹ ویلیو)	100,000/-		
پرائیوڈنٹ فنڈ اگر وصول ہو گیا	200,000/-		
بچت سرٹیفکیٹ مثلاً NIT Units	100,000/-		
بچت سرٹیفکیٹ مثلاً :NDFC	100,000/		
بچت سرٹیفکیٹ مثلاً :FEBC	50,000/-		
BC یا کمیٹی سے وصول شدہ رقم	50,000/-		
انشورنس پالیسی میں اپنی اصل جمع شدہ رقم	50,000/-		
مستقبل کے کسی بھی مقصد مثلاً شادی، حج وغیرہ کے لیے جمع شدہ رقم	10,000/-		
4۔سامانِ تجارت			
خام مال کی مالیت (فیکٹری یا دکان میں)	200,000/-		
تیار مال کا اسٹاک (فیکٹری یا دکان میں)	20,000/-		
بیچنے کی نیت سے لی گئی زمین، مکان، دکان وغیرہ)	300,000/-		
کاروبار میں شراکت (قابل زکوۃ اثاثوں کی مالیت)	100,000/		
مجموعہ	15,04,800/-	مجموعہ	2,65,100/-

کل مال زکوۃ (رقم) 1,504,800/-

منہا شدہ ذمہ داریاں (رقم) 265,100/-

قابل زکوۃ صافی رقم 1,239,700/-

واجب الاداء زکوۃ 1,239,700÷40 = 30,992.5/- 1,239,700 × 2.5/100

احادیثِ نُزولِ عیسیٰ بن مریم علیہا السلام
اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۲)

حافظ عبید اللہ

ایک مسلمان کے لئے ہر اُس بات پر ایمان لانا اور اسے تسلیم کرنا واجب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور معتمد طریقے سے ثابت ہو، چاہے اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہونے والے واقعات سے ہو یا قیامت تک آنے والے حوادث سے ہو، جو شخص کسی ایسی بات کی تکذیب کرے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو ایسے شخص کا ایمان مشکوک ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں میں تصدیق کی جائے جن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”**اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا اله الا الله ویؤمنوا بی وبما جِئتُ به** ......“ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک قتال کروں گا جب تک وہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی نہ دیں اور جب تک مجھ پر اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اُس پر ایمان نہ لے آئیں (صحیح مسلم، کتاب الایمان : حدیث نمبر 34) اس حدیث شریف میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ صرف قرآن کریم پر ایمان لانا ہی کافی ہے بلکہ فرمایا کہ ”جو کچھ میں لے کر آیا ہوں“ اُس کو ماننا بھی ضروری ہے، اسی بات کی مزید تشریح دوسری احادیث سے ہوتی ہے، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا ألفِيَنّ احدَکُم مُتَّکِئاً علیٰ أرِیکَتِه یأتیه الأمر من أمری مِمّا أمرتُ به أو نهیتُ عنه فیقُولُ لا نَدرِي ما وَجدنا في کتاب الله اتبعناه**“ میں تم سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میری بات پہنچے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اُس سے منع کیا ہو اور وہ شخص کہے کہ ہم نہیں جانتے ہم تو اسی بات کی پیروی کریں گے جو اللہ کی کتاب میں ہے (سنن ابی داود، حدیث نمبر: 4605 ، سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: 13، مسند احمد، حدیث نمبر:23876، المستدرك للحاکم، حدیث نمبر: 368)، اسی طرح حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک (اللہ کی) کتاب دی گئی ہے اور اس کے برابر یا اس کی مثل اور چیز بھی دی گئی ہے، قریب ہے کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے ایک پیٹ بھرا شخص یوں کہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب (یعنی قرآن) ہی کافی ہے، جو چیز اس میں حلال ہے اسے حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام ہے ہم اُسے حرام سمجھیں گے، خبردار! معاملہ اس طرح نہیں ہے، آگاہ رہو! کچلیوں والا درندہ حلال نہیں ہے اور نہ گھریلو گدھا اور نہ ذِمی کی گری پڑی چیز مگر اس صورت میں کہ جس کی چیز ہے وہ اُس سے بے نیاز ہو جائے، اور جو آدمی کسی قوم کا مہمان بنا اور انہوں نے اُس کی ضیافت نہیں کی تو اُس کے لئے درست ہے کہ میزبانی کے بقدر اُن سے وصول کرے (سنن ابي داود، حدیث نمبر 4604 ، السنن الکبریٰ للبیهقي، حدیث نمبر 19469، صحیح ابن حِبان، حدیث نمبر 12)، اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے اور ہر پنجوں والے پرندے سے (یعنی کھانے سے) منع فرمایا'' (صحيح مسلم، باب تحريم أكل كل ذي ناب من السباع و كل ذي مخلب من الطيور، حديث نمبر 1934) اب غور فرمائیں قرآن کریم نے کھانے والی جو حرام چیزیں بیان کی ہیں ان کے اندر مُردار، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور جیسی چند چیزوں کا ذکر ہے لیکن حدیث شریف نے کچلیوں سے شکار کرنے والے جانور کو حرام قرار دے کر شیر، چیتے، گیدڑ اور دوسرے درندوں کا حرام ہونا بتادیا (کچلیاں اُن دانتوں کو کہا جاتا ہے جو درندوں کے مُنہ میں قدرے لمبے اور نوکیلے ہوتے ہیں)، اسی طرح پنجے سے شکار کرنے والے پرندوں کے حرام ہونے کا قانون پیش کر کے باز، شکرہ، اُلو، چیل اور گدھ وغیرہ کو حرام قرار دے دیا نیز گھریلو گدھے کا حرام ہونا بھی حدیث میں بیان کیا گیا، وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اسی کو حرام سمجھیں گے جس کا حرام ہونا قرآن نے بیان کیا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ گیدڑ، لومڑ، کُتے، چیل اور گدھ وغیرہ کا گوشت کھایا کریں کیونکہ ان کی حرمت تو حدیث نے بیان کی ہے قرآن نے نہیں، اسی طرح قرآن کریم نے تو مطلقاً ہر مرد وعورت کو بلا ناغہ نماز اور روزے کا حکم دیا ہے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے بتایا کہ حیض اور نفاس والی عورت کو جب تک وہ پاک نہ ہو جائے نماز سے مکمل رخصت دے دی گئی ہے، اور اس حالت میں رمضان کے روزے بھی نہیں رکھے گی بلکہ بعد میں قضاء کرے گی، کیا ایک عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد تقریباً چالیس دن تک اور ہر مہینے میں حیض کے چھ سات دنوں کے لئے نماز معاف کر دینا نیز رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے سے منع کر دینا ایک معمولی حکم ہے؟ قرآن کریم میں تو صرف نماز قائم کرنے، زکوٰۃ وحج ادا کرنے کا حکم ہے لیکن نمازوں کی رکعات اور ادائیگی کی تفصیل کہاں سے ملے گی؟ زکوٰۃ کی تفصیل کے لئے کس طرف رجوع کیا جائے گا؟ حج وعمرہ کی ادائیگی کا طریقہ کہاں ملے گا؟ مختلف صحابہ کرامؓ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ: **يا ايها الناس كُتبَ عليكُم الحج** ...... اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے، تو کسی نے پوچھا کہ: اے اللہ کے رسول کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے (یعنی کوئی جواب نہ دیا) لیکن سوال کرنے والے نے متعدد بار یہی سوال دُہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لو قُلتُ نَعم لوَجَبت** ...... اگر میں ''ہاں'' کہہ دوں تو پھر ہر سال کرنا واجب ہو جاتا، اور اگر ایسا ہو جائے تو تم اس پر عمل نہیں کر سکو گے، لہٰذا حج (زندگی) میں ایک ہی بار فرض ہے...... الى آخر الحديث (سنن نسائی، حديث نمبر 2619 اور 2620، سنن ابن ماجه، حديث نمبر: 2885 وغيرها من الكتب) غور فرمائیں! سوال ہوتا ہے کہ کیا ہر سال حج کرنا ضروری ہے؟ تو جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اگر میں ''ہاں'' کہہ دوں تو پھر ہر سال کرنا ضروری ہو جائے گا، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''ہاں'' سے ایک چیز واجب ہو سکتی ہے، نیز قرآن کریم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ ہر صاحب استطاعت پر حج فرض ہے، قرآن کریم میں یہ نہیں کہ صرف ایک بار فرض ہے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔

آج وہ آدمی جسے یہ تک نہیں پتہ کہ صحیح بخاری کا کون سا باب کس کتاب میں ہے صحیح بخاری پر تنقید کرنا شروع کر دیتا ہے، اور احادیث کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ عجمی منافقوں نے کتب حدیث میں جھوٹی حدیثیں ٹھونس دی

جن کا ان کتابوں کے جامعین کو علم نہ تھا، کبھی کہتا ہے کہ حدیث کی صرف اس بات کو ماننا ضروری ہے جس کا ذکر قرآن میں ہو، ایسی باتیں کرنے والے وہ حضرات ہیں جنہیں اس بات کا علم نہیں کہ کتب حدیث کے جامعین خاص طور پر مصنفین کتب ستہ (جنہیں صحاح ستہ بھی کہا جاتا ہے) جس طرح اپنی نقل کردہ روایات کی مکمل سند بیان کرتے ہیں بالکل اسی طرح یہ کتب حدیث بھی آج تک سند کے ساتھ امت میں پڑھائی جارہی ہیں، مثال کے طور پر ہر شیخ الحدیث جو صحیح بخاری کا درس دیتا ہے اس کے پاس امام بخاریؒ تک مکمل سند ہوتی ہے، ان ناقدین کو اسلام کی امتیازی خصوصیت ”علم الرجال“ کی حقانیت کا بھی اندازہ نہیں، اسلام کی اس خصوصیت کا اقرار تو مغربی اور یورپی سکالر بھی کر چکے ہیں، علامہ سید سلیمان ندویؒ (متوفی 1373ھ) نے کیا خوب فرمایا:

”تمام دنیا متفق ہے کہ اسلام نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نہ صرف اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ ہر اُس چیز کی اور ہر اُس شخص کی جس کا ادنیٰ سا بھی تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے تھا جس طرح حفاظت کی ہے وہ عالم کے لئے مایہ حیرت ہے، ان لوگوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور متعلقات زندگی کی روایت، تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے تھے راویانِ حدیث وروایت یا محدثین یا ارباب سیَر کہتے ہیں، جن میں صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں، جب تمام سرمایہء روایت تحریری صورت میں آ گیا تو اِن تمام راویوں کے نام ونشان، تاریخ، زندگی، اخلاق وعادات کو بھی تحریر میں لایا گیا جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے اور ان سب کے مجموعہ احوال کا نام ”اسماء الرجال“ ہے، مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر جو سنہ 1854ء اور اس کے بعد تک ہندوستان کے علمی وتعلیمی صیغہ سے متعلق تھے اور بنگال ایشاٹک سوسائٹی کے سیکرٹری تھے اور ان کے عہد میں خود ان کی محنت سے واقدی کی مغازی، وان کریمر کی ایڈیٹر شپ میں سنہ 1856ء میں طبع ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی **الاصابۃ فی احوال الصحابۃ** طبع ہوئی اور جنہوں نے (جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پہلے یورپین شخص ہیں جس نے خاص ابتدائی عربی مأخذوں سے) ”لائف آف محمد“ لکھی ہے اور مخالفانہ لکھی ہے، وہ بھی اصابہ کے عربی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ سنہ 1853ء - 1864ء میں لکھتے ہیں ”کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری، نہ آج ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے“۔

(خطبات مدراس، تیسرا خطبہ، صفحہ 50-51، مجلس نشریات اسلام کراچی)

الغرض! بتانا یہ مقصود ہے کہ حدیث مبارکہ بنفس نفیس حجت ہے اور منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ حدیث کے مضمون کو قرآن کریم پر پیش کیا جائے، اگر تو وہ مضمون قرآن میں بھی موجود ہو تو اُسے قبول کیا جائے اور اگر وہ بات قرآن میں مذکور نہ ہو تو اُسے رد کر دیا جائے یہ ایک باطل اور بے بنیاد قانون ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں صرف احادیث میں یہ باتیں بیان ہوئی ہیں لہٰذا ان چیزوں کے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ ایک گمراہی اور دھوکہ ہے، ہاں اگر کسی حدیث کی صحت پر علم اصول حدیث کی رُو سے کچھ کلام ہے تو وہ اور بات ہے، اصل میں ساری خرابی اور فساد اس وقت شروع ہوتا ہے جب اپنی رائے اور اپنی عقل کو وحی پر مقدم رکھا جائے، شریعت کو اپنی خواہش کے تابع سمجھا جائے اور نقل کے مقابلے میں عقل کو ترجیح دی جائے، ایک مفروضہ بنا کر پھر احادیث پر اس سوچ کے ساتھ

تنقید کی جائے کہ احادیث میں شکوک وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے مفروضے کی طرف لایا جائے۔

حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور ائمہ وعلماء امت

اب ہم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چند ائمہ اہل سنت کے اقوال پیش کرتے ہیں:۔

حضرت امام احمد بن حنبل صلی اللہ علیہ وسلم (متوفی 241ھ) فرماتے ہیں:

''من ردَّ حدیثَ رسولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو علی شفا ھلکۃ'' جس نے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کیا (یعنی نہ مانا) وہ ہلاکت کے دہانے پر ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد 11 صفحہ 297/طبقات الحنابلۃ، جلد 3 صفحہ 28)

امام موفق الدین بن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 620ھ) لکھتے ہیں:

''ویجب الایمان بکل ما أخبر به النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وصح به النقل عنه فیما شاھدناہ او غاب عنا، نعلم أنه حق وصدق وسواء فی ذلک ما عقلناہ وجھلناہ ولم نطلع علی حقیقة معناہ......''

ہر اس بات پر ایمان لانا واجب ہے جس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور جو صحیح طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، چاہے وہ خبران امور کے بارے میں ہو جنہیں ہم نے دیکھا یا ان چیزوں کے بارے میں ہو جو ہم سے غائب ہیں، ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ حق اور سچ ہے، چاہے وہ چیز ہماری سمجھ میں آتی ہو یا اس کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہ آتی ہو (اس پر ایمان لانا ہر صورت میں واجب ہے)۔ (لمعۃ الاعتقاد، صفحہ 28، المکتب الاسلامی، بیروت)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 204ھ) فرماتے ہیں:

''اذا حدَّث الثِّقةُ عن الثِّقة حتی ینتھی الی رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم فھو ثابت عن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ولا یُترک لرسولِ اللّٰه حدیث ابداً، الا حدیث وُجد عن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم حدیث یخالفه......'' جب ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ سے حدیث بیان کرے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ساری سند ہو (یعنی سب راوی ثقہ ہوں) تو یہ حدیث اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہرگز ترک نہیں کی جائے گی، سوائے اس حدیث کے جس کے مخالف کوئی دوسری حدیث بھی پائی جائے (تو ایسی صورت میں دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق یا ترجیح وغیرہ دی جائے گی۔ ناقل)۔

(المدخل الی السنن الکبریٰ للبیھقی، جلد 1 صفحہ 34، السعودیۃ)

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 324ھ) محدثین اور اہل سنت کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جملة ما علیه اھل الحدیث والسنة الاقرار باللّٰه وملائکته وکتبه ورسله وماجاء من عند اللّٰه وما رواہ الثقات عن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم لا یردّون من ذلک شیئاً......'' حدیث اور سنت والے کے عقائد ہیں ان میں اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور جو چیز اللہ کی طرف سے آئی ہے اس کا اقرار شامل ہے، نیز جو بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقہ راویوں نے بیان کی ہے اس میں سے کسی بات کا انکار نہیں کرتے۔

(مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین، صفحہ 290، طبع بیروت)

امام ابن حزم ظاہری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 456ھ) رقمطراز ہیں:

''فاذا جاء خبر الراوي الثقة عن مثله مُسنداً الی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو مقطوع بہ علی أنہ حق عند اللہ عزوجل موجب صحۃ الحکم بہ اذا کان جمیع رواتہ متفقاً علی عدالتھم أن ممن تثبت عدالتھم ......'' جب کسی حدیث کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ثقہ راویوں پر مشتمل ہو تو وہ قطعی طور پر اللہ کے نزدیک حق ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے جب اس کے تمام راویوں کی عدالت پر اتفاق ہو اور ان سب کی عدالت ثابت ہو۔

(النبذ فی اصول الفقہ، صفحہ 56، دار ابن حزم، بیروت)

اور ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''ثبت یقیناً ان الخبرَ الواحدِ العدل عن من مثلہ مبلغاً الی رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقٌ مقطوعٌ بہ موجبٌ للعملِ والعِلمِ معاً '' یہ بات یقینی طور پر ثابت شدہ ہے کہ ایک عادل راوی کی روایت اپنے جیسے عادل سے جو اسی طرح (عادل راویوں کے واسطے سے) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے وہ قطعی طور پر حق ہے اور علم و عمل دونوں کو واجب کرتی ہے۔(الاِحکام فی اُصول الاَحکام، جلد 1، صفحہ 124، دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)

(جاری ہے)

رمضان المبارک میں مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تعلیم کے زیر اہتمام چلنے والے مدارس کے ساتھ تعاون کیجیے

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریکی مشن کے تحت مختلف شہروں میں مجلس کے مراکز و مدارس قائم کیے۔جن کی تعداد اب 17 سے زائد ہو چکی ہے۔مدرسہ معمورہ (رجسٹرڈ) ملتان اور اس کے ماتحت تین شاخیں، جامعہ بستان عائشہ للبنات ملتان، مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار، چناب نگر اور اس کے ماتحت دو شاخیں۔دار العلوم ختم نبوت (رجسٹرڈ) جامعہ مسجد چیچہ وطنی اور اس کے ماتحت دو شاخیں، مدرسہ معمورہ لاہور، مدرسہ ابوبکر صدیق تلہ گنگ، مدرسہ محمودیہ معمورہ، ناگڑیاں گجرات اور اس کے ماتحت دو شاخیں، مدرسہ ختم نبوت گجرات شہر اور مدرسہ و مدنی مسجد چنیوٹ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ان مدارس کا سالانہ خرچ تقریباً دو کروڑ روپے ہے۔اس کے علاوہ مسجد احرار چناب نگر کی تعمیر جدید، مسلم ہسپتال چناب نگر، مسجد و مدرسہ رحمان سٹی چیچہ وطنی، جامع مسجد ناگڑیاں، گجرات کی تعمیرات کا کام جاری ہے۔مدرسہ معمورہ ملتان کی تعمیر جدید ان شاء اللہ عید الفطر کے بعد شروع کی جا رہی ہے۔اہلِ خیر اپنے عطیات، صدقاتِ جاریہ، زکوٰۃ و عشر اور فطرانہ اِن مدارس کو عنایت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔احباب مقامی طور پر یہ رقوم ان مدارس میں بھی جمع کرا سکتے ہیں۔معاونین مد کی وضاحت کے ساتھ رسید ضرور حاصل کریں۔

ترسیل زر بنام: سید محمد کفیل بخاری، کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان 0092300-6326621,009261-4511961

خطاب: امام اہلِ سنت سید ابو معاویہ ابوذر حسنی بخاری رحمہ اللہ قسط نمبر ۲

سیرت و سوانح، امیر المؤمنین، خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ

جمعۃ المبارک، ۲۳؍ رجب ۱۳۹۸ھ / ۳۰؍ جون ۱۹۷۸ء، وہاڑی

اگر جناح کے نام کے بغیر تاریخِ پاکستان نامکمل ہے تو ذکر و تعارف صحابہ کے بغیر تعارف و تاریخِ اسلام نامکمل ہے:

دیکھیے نا! بانی پاکستان محمد علی جناح کا نام بچوں کو اگر نہ بتایا جائے تو کہتے ہیں صاحب! ہمارا کورس نامکمل ہوگا۔ اگر بچوں کو یہی پتا نہ ہو کہ ہمارے ملک کا بنانے والا کون تھا؟ تو کیا کہیں گے کہ ہم کس ملک کے رہنے والے ہیں جس کے بنانے والے کا ہمیں پتا نہیں؟ حالانکہ محمد علی جناح نے کوئی راج گیری یا مزدوری نہیں کی تھی کہ تیسی کانڈی لے کر دو اینٹیں لگائیں تو پاکستان بن گیا۔ پاکستان بنانے میں ڈیڑھ لاکھ مجلس احرار اسلام کے رضا کار بھی شامل ہیں۔ اس میں چھتیس لاکھ نیشنلسٹ مسلمانوں کے کارکن بھی شامل ہیں۔ اس میں وہ لاکھوں مسلمان بھی شامل ہیں جو کسی پارٹی میں شامل نہیں تھے۔ لیکن ہمیشہ چڑھتے سورج کی پوجا ہوتی ہے، سفید قبروں پر پھول چڑھتے ہیں۔ نام جناح کا ہی آئے گا؟ کیونکہ جس کے ہاتھ میں تلوار یا جس کے قبضہ میں اقتدار ہو اُسی کا نام چلتا ہے۔ اصل میں بنانے والے تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے قربانیاں دیں، جانیں دیں، دس دس سال جیلیں کاٹیں۔ ایک تحریک کشمیر ۱۹۳۰ء میں مجلس احرار کی طرف سے ساٹھ ہزار آدمی جیل میں گئے۔ یہ برٹش گورنمنٹ کی رپورٹ ہے۔ انھوں نے کشمیر اور جموں کی جیلوں کے دروازے توڑ دیے، رسیاں باندھ کر رکھتے تھے، رات کو میدانوں میں اور صبح کو ہاتھ جوڑتے تھے، خدا کے لیے گھروں میں چلے جاؤ، ہمارے پاس رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ وہ ساٹھ ہزار آدمی کس کھاتے میں ہیں؟ اندھے کنوئیں میں یا بحرالکاہل میں غرق ہو جائیں، تاریخ میں اُن کا نام اور طرح سے آئے گا۔ پوچھا جائے گا کہ پاکستان کا پہلا حاکم کون تھا؟ وہ کہیں گے جناب قائد اعظم محمد علی جناح، جو گجرات کاٹھیاواڑ کی کھوجا برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے والد ایران سے آئے تھے۔ وہ آغا خاں کے مذہب کے آدمی تھے، وہ کراچی میں کام کرتے تھے، پونجا اُن کی گوت تھی۔ اُن کی برادری وہاں موجود ہے۔ وہ دبلے پتلے تھے، اس لیے اُن کو گجراتی زبان میں ''جینڑا'' کہتے تھے۔ پھر اُسے اردو بنایا تو وہ جینا ہو گیا۔ پھر اس کو عربی میں ڈھالا تو جناح ہو گیا۔ پھر مولوی فیروز الدین ''فیروز اللغات'' والے یا کسی اور نے لقب دیا تو ''قائد اعظم'' ہو گئے۔ وہ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے، انھوں نے یہ کام کیا، وہ کام کیا، ایک منٹ کے لیے بھی جیل نہیں کاٹی اور ملک بنا دیا۔ تعریف ہو رہی ہے نا؟ بچوں کو پڑھایا جا رہا ہے نا؟ جناح کے تعارف کے بغیر، ملک کا تعارف بچوں کو سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ جب تک بانی پاکستان کا ذکر نہ ہو پاکستان سمجھ میں نہیں آ سکتا تو پھر دینِ اسلام کا تعارف بھی بچوں کو، بڑوں کو اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک اللہ کا دین لانے والوں کا تعارف نہیں ہوگا۔

صحابہ میں سے صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چالیس سال حکومت کی:

دین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا لیکن دنیا کے کونے کونے میں اُسے لے کر صحابہ گئے۔ امیر معاویہ پیدا

مکّہ میں ہوئے۔ جوانی کی عمر انتیس، تیس سال مکہ اور مدینہ منورہ میں گزاری۔ اس کے بعد پھر اُناسی برس کی عمر تک انتالیس برس وہ شام میں رہے اور شام میں بیٹھ کر آدھا یورپ مسلمان کیا۔ آدھا افریقہ فتح کیا۔ یورپ کے دس ملکوں کو فتح کر کے اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ قسطنطنیہ پر حملے کیے، اس کا محاصرہ کیا اور وہاں بیٹھ کر ہندوستان کی سرحدوں تک حکومت چلائی۔ بیس برس گورنری کی اور ساڑھے انیس برس خلافت۔ پونے چالیس برس حکومت کی ہے۔ صحابہ میں کوئی امیرِ معاویہ کے سوا ایسا نہیں کہ جس نے گورنری اور خلافت کی حکومت مشترکہ طور پر چالیس برس کی ہو، سوائے امیر معاویہ کے، ہاں بعد میں عباسی خلیفوں میں المتوکل ایسا گزرا ہے جس نے چالیس برس حکومت کی یا ہندوستان میں عالم گیر مرحوم تھے جنھوں نے غالبًا اکتالیس برس حکومت کی۔ چند آدمی تاریخِ اسلام میں ایسے آتے ہیں جنھوں نے اتنی لمبی حکومت کی ہو۔ لیکن ان کی حکومت چاہے سو سال بھی رہے ہمارے لیے اتنی مفید نہیں۔ ایک صحابی کی خلافت وحکومت، ایک صحابی کا اقتدار، ایک صحابی کی تبلیغ اور ایک صحابی کی خدمات ہمارے لیے دین کا پیغام ہیں۔ اورنگ زیب عالم گیر ہوتا نہ ہوتا، اسلام میں کوئی فرق نہ پڑتا۔ شہاب الدین غوری آتا نہ آتا، اسلام کا کچھ نہ بگڑتا۔ لیکن اگر صحابی نہ ہوتا تو وہاں پر کفر ہی کفر ہوتا، اسلام نہ آتا۔ ملک شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ان کے بڑے بھائی حضرت یزید الخیر بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انھیں وہاں بھیجا۔ دو سال کے بعد ان کا طاعون کی بیماری میں انتقال ہو گیا۔ وہاں دو طاعون پڑے۔ طاعونِ جارف اور طاعونِ عَمْواس۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام جنگوں میں اتنے شہید نہیں ہوئے جتنے ان دو طاعون کی بیماریوں میں۔ پچیس ہزار صحابہ طاعون کی ان دو بیماریوں میں انتقال کر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کا خلاصہ صحابہ کرام تھے۔ فاروقِ اعظم خود مدینہ سے چل کر شام میں آ گئے۔ اتنی گھبراہٹ طاری ہوئی، پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ بڑے بڑے جلیل القدر بزرگ حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت معاذ بن جبل، حضرت شرحبیل ابن حَسَنہ، حضرت خالد بن ولید رضوان اللہ علیہم اجمعین، وہ لوگ جن کا چہرہ دیکھنے کے لیے دنیا آتی تھی، وہ سب کے سب اس طاعون میں انتقال کر گئے۔ پھر تیسرے درجے کے وہ بزرگ صحابہ جو بالکل آغازِ جوانی میں تھے انھیں آگے آنے کا موقع ملا۔ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمرو، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم۔ یہ اُس وقت بچے تھے جب وہ صحابہ جوان تھے۔ جب وہ بڑھاپے اور کہولت کی منزل کو گئے تو یہ جوانی کی منزل میں پہنچ گئے۔ پھر جب یہ بوڑھے ہوئے تو تابعین تبع تابعین آ چکے تھے۔ بنواُمیّہ کا دور شروع ہو چکا تھا۔ تو دین کے لیے اصل خدمات صحابہ کی ہیں۔

پہلی مثال:

ہمیشہ کسی چیز کو سمجھنے کے لیے اس کے بانی کی تعریف ضروری ہے۔ کہتے ہیں جی فلاں شیخ ہے، جی آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ شیخ ہے؟ کہنے لگے جی وہ کہتا ہے میرا نام شیخ غلام محمد ہے۔ کہا یہ تو کوئی دلیل نہیں۔ بتاؤ وہ شیخوں میں، کھوجوں کی کس گوت میں ہے؟ شیخ تو لقب ہے کس برادری سے ہے؟ پہلے کھتری تھا، چھتری تھا، شودر تھا، برہمن تھا، مرہٹا تھا کون تھا؟ کیونکہ انھی قوموں کے لوگ مسلمان ہوئے۔ شاہ جہاں کے زمانہ میں، اورنگ زیب عالم گیر کے زمانہ میں، محمد شاہ رنگیلا

کے زمانہ میں، بہادر شاہ ظفر کے زمانہ میں یا کسی ولی اللہ کے ہاتھوں پر انھوں نے توبہ کی، یہ مسلمان بنے، مسلمانوں نے عزت کی وجہ سے ''شیخ'' لقب دیا۔ اندر سے یا وہ کھتری ہے یا چھتری ہے یا شودر ہے یا برہمن ہے یا مرہٹا ہے۔ تو آپ پوچھیں گے نا؟ بتاؤ اس کا دادا پردادا کون ہے؟ کون سی پشت مسلمان ہوئی تھی، وہاں سے تعارف حاصل ہو جائے گا، تو ہر چیز کی بنیاد کو سمجھنے سے اس کا صحیح تعارف آئے گا۔

دوسری مثال:

آپ کہتے ہیں جی فلاں آدمی مسلمان ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جی کیسا مسلمان ہے؟ جی کلمہ پڑھتا ہے۔ کلمہ تو یہودی بھی پڑھتے ہیں۔ یہ کوئی جواب ہے؟ نہیں جی وہ مسلمانوں والا کلمہ پڑھتا ہے۔ میں نے کہا وہ تو خارجی بھی پڑھتے ہیں، رافضی بھی پڑھتے ہیں، جناب آپ عجیب بات کرتے ہیں، وہ تو کلمہ پڑھتا ہے، پکا مسلمان ہے۔ میں کہتا ہوں کلمہ کون سا پڑھتا ہے؟ اگر کلمہ صحابہ والا پڑھتا ہے تو مسلمان ہے، اگر کوئی اپنے باپ کا بنایا ہوا پڑھتا ہے تو دوزخ میں جائے، ہماری جوتیوں کو بھی اس کی پروا نہیں۔ اصل تعارف بتاؤ کہ وہ ہے کون؟ اس کی نسلِ روحانی چلتی کہاں سے ہے؟

تیسری مثال:

خانیوال، ریت کا ایک ٹیلا تھا۔ جلتا، بھنتا، سڑتا ہوا ایک علاقہ۔ کوئی شخص لکھنؤ گیا، وہاں سے خربوزے لایا، وہ اس ریگستان میں اس نے دفن کیے۔ لکھنؤ کے خربوزوں کی نسل آج تک خانیوال میں موجود ہے۔ اب کوئی شخص لکھنؤ کا اگر کہے کہ صاحب یہ خربوزے یہاں کیسے؟ کہا کہ صاحب دیکھ لیجیے۔ وہ کہے کہ ملتان کے ضلع میں لکھنؤ کے خربوزے؟ کمال کر دیا قبلہ آپ نے۔ انھوں نے کہا نہیں قبلہ ہمی میں سے ایک آدمی آپ کے لکھنؤ میں گیا تھا اور وہاں سے لایا تھا۔ اس نے کہا ہاں اب بات بنی نا۔ یہی تو میں سوچتا تھا کہ یا تو حرامی نسل ہے یا جعلی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب سمجھ میں آیا کہ خربوزہ لکھنؤ کا ہے۔ کوئی یہاں سے لے گیا تھا، لے کر آیا اور وہ اس نے یہاں بوئے۔ اب خانیوال میں لکھنؤ کے خربوزوں کی نسل چل رہی ہے۔

ہر چیز اپنی اصل سے، جدّ پشت سے پہچانی جاتی ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور اگر ہمیں اپنا اسلام سمجھنا ہے اور پہچاننا ہے تو ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنا شجرہ بتانا ہوگا کہ ہم کس کو مانتے ہیں؟ کیا ہم خارجیوں کو مانتے ہیں؟ کیا ہم رافضیوں کو مانتے ہیں؟ کیا ہم ناصبیوں کو مانتے ہیں؟ کیا ہمارا مذہب یہودیوں والا ہے؟ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں بتانا پڑے گا کہ ہم ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن وحسین اور معاویہ والا اسلام مانتے ہیں، خالد بن ولید، شُرحبیل وعبدالرحمٰن بن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح، عُبادہ بن صامت اور سعید بن زید والا اسلام مانتے ہیں۔ ہم یہ بتائیں گے کہ زبیر بن عوام، عبداللہ بن زبیر اور طلحہ بن عبیداللہ والا اسلام مانتے ہیں۔ ہمیں بتانا ہوگا کہ معاویہ والا اسلام، اُن کے چچا زاد بھائی مروان بن حکم اور ان کے چچا حکم والا اسلام، جب وہ توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔

حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کی توبہ قبول کی اور اُنھیں معافی دے دی۔ اب اُن کا بھی اسلام معتبر

ہے۔ جب تک کافر تھے ہمیں اس سے غرض نہیں، جب حضور علیہ السلام کے دامن میں پناہ مل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا۔ اب اگر کوئی بکتا ہے بکے، جلتا ہے جلے، جہنم میں جائے ہمیں کیا؟ ہمیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معافی کے بعد یقین ہو گیا کہ اللہ نے معاف کر دیا کیونکہ پیغمبر کی زبان سے غلط بات نہیں نکلتی۔ جب پیغمبر نے فرما دیا فتح مکّہ کے دن اِذْهَبُوْا أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ، جاؤ میں نے تمھیں معاف کیا، تم آزاد ہو۔ وَأَقُوْلُ لَكُمْ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ لِإِخْوَتِهٖ، اور تمھیں آج وہی کچھ کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، قیامت تک اب تم کو میرے بعد کوئی پکڑ نہیں ہوگی، میں نے معاف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد سمجھ لو اور یقین کر لو کہ اللہ نے معاف کر دیا۔ کیوں، اگر اللہ کو معافی منظور نہ ہوتی تو اسی وقت جبرئیل آجاتے کہ خبردار آپ کو اس طرح معاف کرنے کی اجازت نہیں۔ آپ اس میں سے آدمی چُنیں کہ کس کس کو معاف کرنا ہے، باقی کو ہم جانیں۔ لیکن نہیں، اللہ تعالیٰ پیغمبر کی بات پر خاموش رہے۔ جبرئیل نہیں آئے آخر دم تک، اس نے بتا دیا کہ ڈیڑھ لاکھ صحابۂ کرام جنھوں نے فتح مکہ کے دن اور حجۃ الوداع کے دن مل کر دونوں نے اسلام کی تبلیغ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی دی تھی، اللہ اُن سب کے اسلام کا گواہ ہے اور اللہ ان سب کو مسلمان مانتا ہے اور اگر ہم میں سے اب کوئی نہیں مانے گا تو وہ خود جہنم میں جائے گا۔ اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہیں بگڑتا۔ تو اپنی جڑ کو یاد رکھنا چاہیے، اپنی اصل کو، اپنی جڑ کو، نسل اور نسب کو یاد رکھنا چاہیے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں یا کوئی اور صحابی، میں آپ کو ایک بنیادی بات بتا دوں۔

ایک سوال:

یاد رکھیے! آپ کو کوئی نہ کوئی شخص ملے گا۔ کوئی دکان دار، کوئی مسافر، کوئی راہ گیر، کوئی گاہک، کوئی دوست، کوئی رشتہ دار، کوئی تاجر، کوئی اخبار نویس، کوئی شاعر، کوئی مولوی، کوئی ذاکر، کوئی واعظ، کوئی خطیب، ایک وسوسہ وہ آپ کو چھوڑے گا۔ وہ کہے گا: ”جناب! یہ بات تو سب تسلیم ہے کہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو سب تھے لیکن ہم مسلسل یہ سن رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں کہ یہ آپس میں بھی لڑے تھے۔ آپ کو جواب دیے بغیر چارہ نہیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ بالکل غلط ہے، وہ کبھی نہیں لڑے، یہ جھوٹ ہے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہاں جناب! یہ تو ہم نے بھی سنا ہے کہ وہ لڑے تھے، تو وہ دوسرا سوال یہ کرے گا کہ آپ جانتے ہیں کہ جب لڑائی ہوتی ہے، عقل، نقل، دلیل، واقعات کے مطابق فطرتی فیصلہ قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک سچا ہوگا، ایک جھوٹا ہوگا؟ آپ کہیں بھی بات کریں، یہ سوال سب سے پہلے سر پر آئے گا۔ پنجابی میں کہتے ہیں ”بڑی خطرناک تھاں تے اَیرا رکھدا اے“ اب عام آدمی اس چکر میں پھنسا اور گیا۔ میں آپ کو اس خطرناکی پہ مطلع کرتا ہوں، آگاہ کرتا ہوں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لو تاکہ جواب دینے میں آسانی ہو۔ صحابہ کا دشمن شیطان جب ہر طرف سے ہار جائے گا عاجز ہو جائے گا، ٹھتھنی اس کی سوج جائے گی، دانت اس کے ٹوٹ جائیں گے۔ جوتے کھا کھا کر منہ اس کا سوج جائے گا، تو آخری اعتراض ابلیس یہ سکھائے گا کہ اچھا جی! یہ تو آپ مانتے ہیں کہ وہ آپس میں لڑے تھے، مان لیا۔ اُن میں سے کوئی صدیق تھا، کوئی فاروق تھا، کوئی معاویہ حلیم الجواد تھا، کوئی کچھ تھا۔ تو بتاؤ دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ

دونوں لڑنے والے سچے ہوں؟ تو پھر لڑائی کس چیز کی؟ یہ سب سے بڑا وزنی اعتراض آئے گا اوّل بھی اور آخر بھی۔

آپ بطور مسلمان کے یاد رکھیں، بطور عقل کے بھی یاد رکھیں۔ اس پوائنٹ پر نہ آپ وعظ سنتے ہیں نہ آپ کا مولوی بولتا ہے، نہ آپ کا واعظ بولتا ہے، نہ آپ کا خطیب بولتا ہے اور ذاکر تو یہ بیان کر ہی نہیں سکتا۔ اس کی تو ماں مر جائے گی اگر وہ خود یہ بیان کر دے، اُن کا تو سارا مذہب دھڑام سے نیچے آگرے گا۔ آپ جواب دیں کہ ہاں آج تک دنیا میں جتنی بھی اور جماعتیں ہیں، ہابیل قابیل سے لے کر قیامت تک، ہر دور کے ہر نبی کے ساتھیوں کو چھوڑ کر، دنیا میں جتنی بھی پارٹیاں کبھی لڑی ہیں یا آئندہ لڑیں گی، یہ بات بالکل سچ اور برحق ہے کہ اُن میں سے ایک سچا ہوگا اور ایک جھوٹا ہوگا۔ ہم صحابہ کو بھی ایسا کہہ دیتے لیکن ہمیں اللہ نے منع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ ہم بالکل یہ کہنا چاہتے تھے کہ ان میں سے یہ سچا ہے وہ سچا ہے، معاویہ سچا ہے یا علی سچا ہے، ابوبکر سچا ہے یا عمر سچا ہے، ہم یوں کہہ دیتے، ہمیں کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں خود روک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خود روک دیا، انھوں نے فرمایا کہ یاد رکھو دنیا میں ہر پارٹی میں دو دھڑے ہوں گے اور اُن میں سے ایک سچا ہوگا، ایک جھوٹا ہوگا۔ سوائے میرے دوستوں کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کمزور تو ہوسکتی ہے، ایک جماعت تھوڑی تو ہوسکتی ہے لیکن جھوٹا ان میں سے ایک بھی نہیں ہوگا۔

سورت الحجرات کا نزول اور آدابِ تعظیمِ نبوّت کی تعلیم:

چھبیسواں پارہ، سورت حُجرات، تیسرا پاؤ شروع ہے، سورۂ حُجرات اس لیے نازل ہوئی کہ حُضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند بدو دیہاتی صحابہ کی گفتگو کی وجہ سے کچھ تکلیف پہنچی۔ آپ دوپہر کو اپنے حجرہ میں آرام فرما تھے تو بنو تمیم قبیلہ کے کچھ دیہاتی لوگ دیہات سے آئے۔ وہ بے چارے ادب سے آشنا نہیں تھے۔ طریقِ کار اُن کو معلوم نہیں تھا۔ نبی کی شان سے اچھی طرح وہ ابھی واقف نہیں تھے، نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ انھوں نے آکر زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دھڑ دھڑ کیا۔ ایک پَٹ تھا کل دروازے کا جو بند رہتا تھا اور آدھا پَٹ کھلا تھا۔ پردے کی خاطر، جب پردہ کی آیتیں آئیں تو اس پر کمبل ڈال دیا جاتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اُمّ المؤمنین کو اندر بیٹھے ہوئے بغیر پردہ کے کوئی بے حجاب دیکھ نہ سکے۔ یہ تھا حجرۂ مطہرہ کا حال۔ تو اس ایک دروازہ کو بھی دھڑ دھڑ ایا زور سے اور یہیں پر بس نہیں کی۔ بے باکی اور بے تکلفی سے آواز دی۔ دروازے کو زور سے مکا بھی مارا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ کے چہرہ پر کچھ ناگواری تھی۔ رنگت بدلی تھی کہ اب بے وقت؟ ابھی اُٹھ کے آیا ہوں مسجد سے، صبح کی محفل تھی۔ دو گھنٹے، چار گھنٹے بھی ہو، پیغمبر کو صرف نبی ہونے کی ڈیوٹی کا اتنا بوجھ ہے کہ کوئی اور آدمی اٹھا نہیں سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایک دو دفعہ وحی نازل ہونے کے بعد جو ضعف اور کمزوری آسکتی ہے، بڑے سے بڑے قطب، غوث، ابوبکر صدیق پر بھی اگر وہ بوجھ ڈال دیا جائے تو ان کی جان نکل جائے۔ بارہا یہ واقعہ ہوا ہے کہ جب وحی اترنے لگی ہے تو پھر کوئی چیز آپ کے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکی۔ تو آپ کو یہ ناگوار گزرا کہ بے وقت ہے، آرام کا وقت ہے، دوپہر ہے، پھر بلاتے کس طرح ہیں، نہ ادب ہے نہ کوئی لقب ہے۔ انھوں

نے آکر کہا: یا مُحَمَّد(صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم) اُخْرُجْ اِلَیْنَا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر ہماری طرف آیئے۔ آپ نے اُن کی بات بھی سنی، جواب بھی دے دیا، اُن کو جھڑکا بھی کچھ نہیں، اُن کو سخت بھی کچھ نہیں کہا لیکن دل و دماغ پر بوجھ تھا۔ بس یہ بوجھ لے کر اندر گئے تو سورت اتر آئی کہ تم تو بولو گے نہیں، میں بولتا ہوں۔ ان بے چاروں کو بتانے والا کون ہے؟ تم تو شرم کرو گے کہ میرے اُمّتی ہیں۔ یہ بھاگ نہ جائیں کہیں، میری تو یہ مخلوق ہے۔ آج تم چپ رہو گے، کل کو تمھارا دروازہ کھول کر اندر آجائیں گے۔ ان کو معلوم نہیں ادب کیا ہے نبی کا؟ پوری سورت نازل ہوگئی۔

یٰـاَیُّهَا الَّـذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ . یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْـوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. (الحُجرات، آیت:۱،۲)

اے ایمان والو! نبی کے سامنے زیادہ بڑھ چڑھ کر آگے ہونے کی کوشش نہ کرو۔ اس کی محفل میں سب سے آگے بیٹھنے کی کوشش نہ کرو اور جب نبی سے بات کرنی ہو تو نبی کی آواز سے زیادہ اونچی آواز مت نکالو اور نہ نبی کو عام الفاظ سے بلاؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو ورنہ تمھارے اعمال برباد ہوجائیں گے اور تم بے خبری میں مارے جاؤ گے۔

یوں نہ معلوم ہو کہ ایک بے تکلف ساتھی سے بول رہے ہو۔ بلکہ آواز پست کر کے، لہجہ نرم کر کے، گردن نیچی کر کے اتنے ادب سے بولو، لوگ سمجھیں کہ سردار اور خادم آپس میں بول رہے ہیں، بیٹا اور باپ آپس میں بول رہے ہیں اور جن ساتھیوں کی وجہ سے ایسا ہوا تھا ان کو بھی فرما دیا گیا کہ ان کو معلوم نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ . (الحُجرات، آیت:۴)

اے نبی بلاشک جو لوگ آپ کو حجرات کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں اُن کے اکثر بے عقل اور بے شعور ہیں۔

غم نہ کرنا، غصہ نہ منانا، ان بے چاروں کو عقل نہیں ہے۔ یہ اتنی ہی عقل کے مالک تھے جو انھوں نے آکر ظاہر کر دی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ. (الحُجرات، آیت:۵)

اور اگر وہ ذرا صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود (اپنے وقت پر) اُن کے پاس آجاتے تو اُن کے لیے بہتر ہوتا۔

اگر یہ ظہر کی نماز کا انتظار کرتے، اذان ہوتی، صفیں بندھتیں، آپ خود تشریف لے جاتے، پھر یہ بڑے ادب کے ساتھ قانون کے مطابق ملاقات کرتے، ان کے لیے بھی بہتری ہوتی، آپ کے لیے بھی آسانی ہوتی، ان کو معلوم نہیں ہے کہ آدابِ نبوّت کیا ہیں، یہ تو دنیا کے رئیس کو ملنے جائیں تو اس کی ہر بات کا لحاظ کرتے ہیں۔ چونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، شفیق ہیں، مہربان ہیں۔ آپ کی نرمی کی وجہ سے جو آتا ہے، مسجد میں بھی آپ کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے، بازار میں چلتی ہوئی بڑھیا نے آپ کو پکڑ لیا تو وہیں کھڑے ہو کر دیر تک اُس کی باتیں سنتے رہے۔

(جاری ہے)

حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ کی شہادت

پروفیسر توحید الرحمٰن خان

شہرِ نبی کی گلیوں کو سنسان دیکھ کر
حیراں بہت وہب ہوئے یہ ماجرا ہے کیا

مردانِ حق پرست سے خالی ہے شہر کیوں
غائب ہیں کیوں دیار سے سب لوگ با صفا

جلوہ فگن کہاں ہیں رسالت مآب آج
ہے نور بیز کس جگہ وہ شمعِ حق نما

پھرتے تھے راستوں پہ یہی سوچتے ہوئے
درپیش ان کو آج معمہ عجیب تھا

دامن ابھی تھا دولتِ ایمان سے تہی
قلبِ سلیم واقفِ دردِ وفا نہ تھا

وہ بیچنے نواح سے آئے تھے بکریاں
مقصد یہاں ورود کا اس کے سوا نہ تھا

بارے کھلا کہ رحمتِ عالم کے ہم رکاب
کوہِ احد پہ ساتھی ہیں سب تیغ آزما

دینِ خدا کو جڑ سے مٹانے کے زُعم میں
بد مست ہو کے جیشِ عزازیل آگیا

میدانِ کار زار میں پہنچے یہاں سے آپ
ایماں کے اس سفر میں بھتیجا بھی ساتھ تھا

حاضر ہوئے جنابِ رسالت مآب میں
یوں صدقِ دل سے آپ نے اظہارِ حق کیا

میں مانتا ہوں ربِ جہاں لا شریک ہے
میں مانتا ہوں آپ ہیں پیغمبرِ خدا

ڈالی نظر عدو پہ سعادت سمیٹ کر
جوشِ غضب سے خونِ وہب موجزن ہوا

دیوانہ وار گھس گئے قلبِ غنیم میں
اس وقت سر پہ شوقِ شہادت سوار تھا

شمشیر تاب دار سے صف چیرتے گئے
دشمن کو ان کے غیض سے بچنا محال تھا

برقِ تپاں تھے خرمن کفار کے لیے
میداں میں ان کی تیغ تھی ہر سمت شعلہ زا

واللہ ان کی شانِ تہور تھی دیدنی
کہتے تھے آسماں پہ ملائک بھی مرحبا

آخر کو مشرکین نے اک چال یہ چلی
ان کو چہار سمت سے گھیرے میں لے لیا

تھے سر بسر نبی کے صحابیِ فگار اب
سارے بدن پہ تیغ کے چرکے تھے جا بجا

آخر کو چور زخموں سے ہو کر گرے وہب
آخر کو وقتِ جامِ شہادت بھی آ گیا

تشریف انکی لاش پر لائے حضور خود
فرمایا ”تجھ سے دوست رضامند میں ہوا“

نطقِ نبی سے ان کی رضا کی نوید لی
آئے تھے ڈھور بیچنے جنت خرید لی

طفلِ فلسطین: عقیدت کے پھول

اے بی صائم

اس کو حق ہے کہ جسے چاہے وہ معصوم کہے
امن کو ظلم کہے، ظلم کو مظلوم کہے
جس کے ہاتھوں میں ہو پتھر، اسے قاتل لکھ دے
جس کی باتوں میں ہو غیرت اسے جاہل لکھ دے
اس کو حق ہے کہ اسے وقت نے مہلت دی ہے
اس کو حق ہے کہ وہ طاقت کا نشہ بھی تھوکے
اس کی مرضی وہ ہوا چھین کے گولے بھیجے
اس کی مرضی وہ زمیں چھین کے بے گھر کر دے
اس کو حق ہے کہ وہ طاقت کا شہنشاہ ٹھہرا
اس کو حق ہے کہ یہی ظلم ہے جیون اس کا
ریت اس کی ہے یہی، امن ہے دشمن اس کا
ہاں مگر، عالم دنیا کے اے حصہ دارو!
مسندِ امن پہ بیٹھے ہوئے موسیقارو!
حرف اسلام کے ایمان کے دعوے دارو!
مذہب عشق کی مستی کے علمبردارو!
مجھ کو حق دو، کہ میں مرنے کی سزا سے پہلے
ایک پتھر تو کسی سر پہ اچھالے جاؤں
جاں تو جاتی ہے، چلو دل ہی بچالے جاؤں
ظلم کی جنگ میں خاموش نہ رہنے کے لیے
ایک پتھر کی اجازت تو عنایت کردو۔۔۔

(مطبوعہ: براہِ راست، لاہور، اپریل ۲۰۱۶ء)

پروفیسر میاں محمد افضل (ساہیوال)

بیادِ پروفیسر حافظ سید وکیل شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ

ہو گئے سید وکیلؒ اب عازمِ خلدِ بریں
دارِ ہاشم ہوگیا اس موت پر اندوہگیں

خاندانِ ہاشمی کے ساتھ میں بھی غم زدہ
کیونکہ تھے محسن وہ میرے، اور تھے مردِ امیں

یاد میں ان کی مری آنکھیں ہوئی ہیں اشکبار
اور میرا دل رہے گا ایک مدت تک حزیں

تھی دیانت داری ان کی بے مثال و یادگار
عالمِ علم و عمل میں ان سا دیکھا ہی نہیں

مدتوں تک چیف سکریٹی افیسر بھی رہے
لیکن اس منصب پہ بھی پایا انھیں خندہ جبیں

صبر ان کا دیدنی ، ذوالکفل کی رحلت پہ تھا
دل شکستہ تھے، مگر شکوہ نہ تھا لب پر کہیں

اب کفیلِ مہرباں بہنوں کا ہو گا غم گسار
اور ماموؤں کی شفقت بھی ملے گی بالیقیں

میں بھی ان بچوں کے غم میں ہوں سہیم وحصہ دار
کیونکہ تھے میرے بڑے بھائی، بڑے دل کے حسیں

جانے والا جا چکا ہے جنت الفردوس میں
اور پیچھے رہنے والے، ہر جگہ ہیں اب غمیں

اے خدا پس ماندگاں کو کر عطا صبرِ جمیل
اور کرنا شاہ جیؒ کو میرے رب! جنت مکیں

افضلؔ محزوں بھی کرتا ہے دعا تیرے لیے
تُو بخاری شاہؒ کا جنت میں ہو اب ہم نشیں

(۲۶/اپریل ۲۰۱۶ء)

پروفیسر محمد اکرام تائبؔ (عارف والا)

حضرت حافظ سید محمد وکیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال

عالمِ تیرہ شبی میں نُور کا مینار تھے
کاروانِ علم و دانش کے وہ اک سالار تھے

صبر و شُکر و زہد و تقویٰ ، فقر و استغنا ، شکیب
خالقِ کون و مکاں کا وہ حسیں شہکار تھے

آخرِ دم بھی تھی رُخ پَر نورِ ایماں کی جھلک
آٹھ مہہ سے وہ اگرچہ دوستو بیمار تھے

آنے والے کل کی تھی ہر اِک جھلک ان پر عیاں
وہ مُفکر ، وہ مدبر ، صاحبِ اسرار تھے

وہ گئے تو سارا عالم ہے فسردہ و حزیں
وہ بہارِ بے خزاں تھے ، رونقِ بازار تھے

چل دیئے ہیں وہ ہمیں تائبؔ تڑپتا چھوڑ کر
جو غموں کی دھوپ میں اک سایۂ دیوار تھے

آہ! حافظ سید محمد وکیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان

شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا　　　　ایک عالی دماغ تھا نہ رہا

پروفیسر حافظ سید محمد وکیل شاہ ۱۶/اپریل ۲۰۱۶ء کو دارِ فانی سے عالم سے بقا کی طرف رخصت ہوگئے۔ وہ جیتی جاگتی انسانی صفات کا مرقع تھے۔ ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کے دم سے نیکی اور سچائی کا اعتبار قائم تھا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی ذات پر اعلیٰ انسانی اوصاف کی ارزانی ہوئی تھی۔ وجیہہ و شکیل ایسے کہ ان کے سراپے میں حسن وخوبی کے جوہر دمکتے تھے۔

ذہین و فطین اور معاملہ فہم اس قدر کہ پیچیدہ معاملات کی تہہ میں اتر جاتے اور مسائل کو باتوں باتوں میں سلجھا دیتے۔ طبیعت میں زندہ دلی، خوش مزاجی اور وضع داری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ حق گوئی و بے باکی کے اعلیٰ وصف ان کی شخصیت اور ذات کا حوالہ بن گئے تھے۔ وہ حقیقی معنوں میں علامہ اقبال کے مردِ مومن تھے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اقبال کا مردِ مومن ایک خیالی تصوراتی مخلوق ہے، کوئی جیتا جاگتا گوشت پوست کا انسان مثالی خوبیوں کا حامل نہیں ہوسکتا لیکن گزشتہ پانچ چھے دہائیوں میں جن لوگوں کو پروفیسر حافظ سید محمد وکیل شاہ سے واسطہ پڑا ہے وہ گواہی دیں گے کہ علامہ اقبال نے قرونِ وسطیٰ کے جس مردِ مسلمان کا مرقع پیش کیا وہ جیتا جاگتا پیکر کچھ عرصہ پہلے تک ہمارے درمیان موجود رہا۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورت خورشید جیتے ہیں　　　　اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

شاہ صاحب مرحوم ایک عملی انسان تھے۔ نہایت سچے اور کھرے، کالج میں تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ بورڈ اور یونیورسٹی کے امتحانات میں مہتمم کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہمارا نظام امتحان بے شمار خرابیوں کی آماجگاہ ہے۔ طالب علم کے ساتھ ان کے والدین بھی ناجائز ذرائع استعمال کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اربابِ امتحان ممکنہ حد تک امتحانی بدعنوانیوں کا سدباب کرتے ہیں لیکن جس معاشرہ میں جائز وناجائز کی تفریق ختم ہوجائے وہاں دیانت وامانت کا تصور باقی نہیں رہتا۔ آج سے تین چار عشرے قبل کمرۂ امتحان میں ناجائز ذرائع بہت عام تھے حافظ سید محمد وکیل شاہ مرحوم جنوبی پنجاب کے سنٹرز میں اکثر مہتمم بن کر جاتے، وہاں نقل یا ناجائز ذرائع کے استعمال کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ عام مشاہدہ تھا آوارہ امیدوار اسلحہ لے کر آتے، جس سے اکثر ممتحن خوف زدہ ہوجاتے تھے لیکن شاہ صاحب نہایت جرأت وبے

باکی سے پورے ہال کمرے کی تلاشی لیتے اور نقل کرنے والوں کو سخت سے سخت سزا دلواتے۔ اس زمانے میں امتحان میں ناجائز ذرائع کا استعمال قابل دست اندازی پولیس نہیں تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس خطہ میں امتحان کا تقدس بحال کرنے میں شاہ صاحب مرحوم کی جرات و بے باکی کا بڑا حصہ ہے۔ غرض وہ ''آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی'' کی تصویر تھے۔ حافظ پروفیسر سید وکیل شاہ صاحب مرحوم نے اپنی تدریسی زندگی کا ایک طویل حصہ گورنمنٹ میونسپل کالج اوکاڑہ میں گزارا، وہاں انھوں نے ایک وسیع حلقۂ احباب چھوڑا۔ اوکاڑہ شہر کے درودیوار پر آج بھی ان کی پاکیزہ سیرت کے نقوش ثبت ہیں۔

انسان دنیا سے آخر رخصت ہو جاتا ہے لیکن اس کی خوبیاں خوش بو کی صورت میں باقی رہتی ہیں۔ یہ خوشبو سیرت و کردار کی صورت میں دلوں بسی رہتی ہے یا نیک اولاد کی شکل میں آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتی ہے۔ پروفیسر حافظ وکیل شاہ صاحب مرحوم کا تعلق امیر شریعت حضرت سید عطاء شاہ بخاری کے خانوادے سے تھا (آپ ان کے فرزندِ نسبتی تھے) جنھوں نے برصغیر پاک وہند میں علم ومعرفت اور دین حق کی شمع روشن کی۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گل کی نگہبانی کرے

(مطبوعہ: نوائے وقت، ملتان، ۳۱ مئی ۲۰۱۶ء)

سالانہ ختم نبوت کورس ملتان

مجلس احرارِ اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام دارِ بنی ہاشم ملتان میں سالانہ ختم نبوت کورس ۲۵، ۲۶ مئی، بدھ، جمعرات منعقد ہوا۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ اور ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری دامت برکاتہم کی دعاؤں سے کورس کا آغاز ہوا۔ سید محمد کفیل بخاری، مولانا تنویر الحسن احرار اور شبانِ ختم نبوت کے امیر مولانا سید انیس شاہ نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت، حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، قادیانی مغالطے اور دجل وارتداد اور تحفظ ختم نبوت کے لیے مجلس احرار اسلام کی تاریخی خدمات وقربانیاں کے عنوانات پر لیکچرز دیے۔ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کے خطاب و دعا کے ساتھ کورس اختتام پذیر ہوا۔ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

شعیب ودود

کلمہ چوک ملتان سے رفاہ عام سکول کی طرف جائیں تو جلال باقری قبرستان کے ایک کونے سے یہ صدا آتی ہے کہ اے دنیاداری میں پھنسے ہوئے، الجھے ہوئے اور چکرائے ہوئے انسان، تجھ سے ہزار گنا بہتر انسان اس قبرستان کی مٹی میں آسودہ خاک ہیں۔ یہ وہ عظیم لوگ تھے جو زمانہ ساز تھے اور اب ان قبروں کے مکین آن بنے ہیں کہ دن میں ان قبروں پر نور برستا ہے اور رات کو چادر مہتاب تنی ہوتی ہے اور ان کچی قبروں کا

طواف کرنے کو صبح بہار آتی ہے صبا چڑھانے کو جنت کے پھول لاتی ہے

یہ ہے احاطہ آخری آرام گاہ، سفر آخرت کی پہلی منزل امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مرقد مبارک اور ان کے اہل خاندان کی چند قبریں۔ ۱۷/اپریل ۲۰۱۶ء بروز اتوار اس احاطہ میں ایک اور قبر کا اضافہ ہوا۔ پروفیسر حافظ سید محمد وکیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ سید محمد وکیل شاہ بخاری ۹/اکتوبر ۱۹۳۰ء کو موضع دین پور عبدالحکیم ضلع خانیوال میں پیدا ہوئے پہلے حفظ قرآن کیا پھر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کرنے کے بعد ۱۹۵۹ء کو اوکاڑہ میں لیکچرار متعین ہوئے۔ ۱۹۸۰ء میں ملتان گورنمنٹ کالج سول لائن میں تبادلہ ہوا اور یہیں سے بطور اسسٹنٹ پروفیسر ریٹائر ہوئے ۱۹۵۲ء میں ان کی شادی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی اکلوتی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ یوں ایک شریف النفس اور متقی انسان ''شاہوں'' کے خاندان عالی قدر اور ذی وقار کا حصہ بن گئے۔ وہ خود بھی بخاری سید تھے اور ان کی شخصیت ان کا جلال و جمال بھی حسین وجمیل تھا۔ شاہ جی اور علماء ومشائخ کی صحبت کے انوار واثرات ان کی سیرت سے جھلکتے تھے۔ نماز کی پابندی، تہجد، تلاوت قرآن، اپنوں اور غیروں سے حسن سلوک، دیانت و شرافت اور رزق حلال کا اہتمام خاص ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف تھے اور پھر یہی عادات وصفات ان کی نیک سیرت اولاد میں بھی مکمل طور پر منتقل ہوئیں۔ وہ زمانہ ساز علماء اور بزرگوں کی صحبت وزیارت کا شرف پاتے رہے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا شرف زیارت حاصل کیا مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولانا مفتی محمود رحمہم اللہ سے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ایسی عظیم اور جلیل القدر ہستیوں کی صحبت کا میسر آنا ہی ان کے لیے بڑے نصیب کی بات تھی۔ وہ اکثر و بیشتر میرے نانا جان ملک عبدالغفور انوری کے ساتھ روزمرہ بنیادوں پر ملتے اور کاروبار زندگانی کے اہم فیصلوں

کے بارے میں ان سے مشاورت کرتے۔ میرے والد محترم قاری عطاء اللہ مرحوم سے بھی ان کا یارانہ تھا، نماز عصر سے لے کر نماز مغرب تک دونوں دوست جامعہ خیر المدارس کی وسیع وعریض مسجد کے باہر بیٹھ کر حالات حاضرہ پر بحث کرتے۔ سید ذوالکفل بخاری شہید کے ہمراہ میں جب اپنے بچپن اور لڑکپن میں ان کے ہاں کھیلنے کے لیے جاتا تو وہ ایک مشفق چچا کی طرح ہم دونوں کے لیے کھیلوں کے سامان کا اہتمام کرتے تھے۔ بچوں کے لیے وہ بہت شفیق اور شگفتہ مزاج تھے جبکہ محکمہ تعلیم کے بد دیانتوں کے لیے وہ بڑے گرم مزاج تھے۔

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات　　　ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل　　　اس کی ادا فریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دم گفتگو گرم دم جستجو　　　رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

وہ ریٹائرمنٹ کے بعد پہلے تعلیمی بورڈ ملتان میں آفیسر رہے اور پھر بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی میں کئی برس تک سکریسی آفیسر رہے وہ انتہائی دیانت دار، محنتی بھی اور بہت اچھے منتظم بھی تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انھوں نے جو نوکری بھی کی وہ بورڈ اور یونیورسٹی کے اعلیٰ عہدیداروں کے پرزور اصرار مگر اپنی شرائط پر کی۔ انتہائی نڈر بہادر اور بے لوث وکیل شاہ جی نے ایسی مثالیں قائم کیں کہ اب ان کے ادارے رہتی دنیا تک انھیں یاد رکھیں گے۔ اگرچہ اچھے اور نیک لوگوں کی قدر نہ کرنا ہماری معاشرتی کمزوری ہے مگر انھوں نے زمانے کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی طویل تدریسی زندگی انتہائی ایمانداری اور شب و روز محنت مزدوری کے ساتھ بسر کی۔ بے ضرر اور صابر و شاکر انسان نے تقویٰ کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھتے ہوئے ساری زندگی اتباع شریعت میں گزاری۔ تعلیمی بورڈ اور یونیورسٹی بورڈ کا سکریسی آفیسر عمر بھر سائیکل پر اپنے دفتر جاتا رہا۔ انھوں نے بڑا نامی گرامی سسرال ہونے کے باوجود اپنا الگ سے ایک اعلیٰ تشخص بنایا۔ صرف عالم ہی نہیں وہ عالم باعمل تھے۔ ان کی خوب صورت اور خوب سیرت زندگی کا سفر مکمل ہوا اور وہ جنت کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان کی سیرت اور کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ پورا معاشرہ عموماً اور دفتروں میں کام کرنے والے خصوصاً وکیل شاہ جی کی عملی زندگی کو مثال کے طور پر اپنا سکتے ہیں کہ محنت و مشقت، سچی لگن اور ایمانداری سے بھی زندگی کا قلیل سفر مکمل ہو سکتا ہے۔ ہمارے رول ماڈل ایسی ہی ہستیاں ہونی چاہئیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

(مطبوعہ: روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان، ۷ مئی ۲۰۱۶ء)

جی سی یونیورسٹی لاہور کا شرمناک اشتہار
ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی، قوم ساز شخصیت قرار

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

بنام: ڈاکٹر حسن امیر شاہ (ستارۂ امتیاز)

وائس چانسلر، جی سی یونیورسٹی، لاہور

اس سے قبل میں نے وائس چانسلر جی سی یونیورسٹی کو بذریعہ خط مورخہ ۲۷؍مئی ۲۰۱۵ء تحریر کیا تھا کہ جی سی یونیورسٹی لاہور کا اشتہار مورخہ ۲۱؍جنوری ۲۰۱۵ء پاکستان کی نئی نسل کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ ایک شاتمِ رسول، زندیق اور مرتد ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ملعون ایک فقید المثال قوم ساز شخصیت ''Outstanding National Builder'' ہے۔

مقامِ افسوس ہے کہ اب دوبارہ جی سی یونیورسٹی لاہور کی طرف سے اشتہار روزنامہ جنگ صفحہ (XIX) ۲۰؍ستمبر ۲۰۱۵ء میں ڈاکٹر عبدالسلام ملعون کو ایک قوم ساز شخصیت قرار دیا گیا ہے۔ یہ اشتہار ڈاکٹر محمد اختیار فرخ رجسٹرار اور ڈاکٹر شوکت علی ایڈیشنل رجسٹرار (Admissions) کے ناموں سے شائع ہوا۔ کاپی لف ہذا ہے۔

سابق وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ایک سائنس کانفرنس میں شمولیت کے لیے ڈاکٹر عبدالسلام کو ایک دعوت نامہ بھیجا گیا تھا۔ یہ ان ایام کی بات ہے جب قومی اسمبلی نے آئینِ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ دعوت نامہ اس ملعون نے وصول پایا اور مندرجہ ذیل ریمارکس لکھ کر وزیراعظم سیکرٹریٹ کو واپس اسلام آباد بھجوا دیا:

"I do not want to set foot on this accursed land until the constitutional amendment is withdrawn."

(یعنی ''میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا، جب تک کہ آئین میں ترمیم واپس نہ لی جائے۔'')

ڈاکٹر عبدالسلام لعین نے غیر ملکی طاقتوں کو پاکستان کے ایٹمی راز فاش کیے۔ اس شرمناک اور انتہائی افسوسناک حرکت پر فخرِ پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے بھی حیرت ناک انکشافات فرمائے۔ میں آپ کو ختمِ نبوت کے دو محققین کی کتب کے اقتباسات بھیج رہا ہوں جو لف ہذا ہیں۔ مندرجہ ذیل مضامین کو پڑھ کر آپ خود اندازہ لگالیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام لعین محبِّ وطن تھا یا غدارِ وطن تھا؟

حوالہ جات

(1) ڈاکٹر عبدالسلام کون؟ ایک تعارف ایک تجزیہ (صفحات ۴۲ تا ۴۷)
مضمون در قادیانیت کش، محمد طاہر عبدالرزاق، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان، مارچ ۲۰۰۶ء

(2) ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی۔ تصویر کا دوسرا رخ، (صفحات ۳۷۵ تا ۳۷۸)
مضمون در قادیانیت اسلام کے نام پر دھوکہ، محمد متین خالد، مرکز سراجیہ، اکرم پارک، غالب مارکیٹ گلبرگ III، لاہور، ۲۰۱۵ء ایڈیشن

ڈاکٹر حسن امیر شاہ صاحب! مقام صد افسوس ہے کہ آپ ایک عالم فاضل شخصیت ہونے کے باوجود فرزندِ قادیانیت ڈاکٹر عبدالسلام کے بھیانک اسلام دشمن اور وطن دشمن کردار سے ناواقف ہیں؟ ڈاکٹر عبدالسلام جو وطنِ عزیز پاکستان پر لعنت بھیجتا ہے کیا وہ پاکستان کا فقید المثال قوم ساز ہے؟ آپ اس اشتہار کے ذریعے بار بار نوجوان نسل کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ کیا آپ نوجوان نسل کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ملک پاکستان پر لعنت بھیجنے والا ڈاکٹر عبدالسلام پاکستان کا فقید المثال قوم ساز ہے؟ اسے فقید المثال قوم ساز کا لقب دینا ایک انتہائی افسوسناک حرکت ہے۔

ہم سب نے کل قبر میں جانا ہے وہاں جا کر آپ اللہ اور اس کے رسول اکرم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دیں گے؟ ایک مسلمان ہونے کے ناتے آپ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگیں اور ایک زندیق اور غدارِ وطن ڈاکٹر عبدالسلام کو فقید المثال قوم ساز شخصیت قرار دینا چھوڑ دیں ورنہ آپ اللہ کی عدالت میں مجرم قرار پائیں گے۔

مجھے امید واثق ہے کہ آپ آئندہ شائع ہونے والے اشتہار میں ڈاکٹر عبدالسلام زندیق کا نام حذف کریں گے۔ اس اشتہار کی وجہ سے لاکھوں مسلمانوں کے دل زخمی ہوئے ہیں۔ حُبِّ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے تقاضہ کرتا ہے کہ ہم قادیانی زندیقوں کو ہرگز عزت نہ بخشیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم قادیانی .... کو ہرگز عزت نہ بخشیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو اپنے ماں، باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔''

ماضی میں اسی جی سی یونیورسٹی کے عظیم ترین قابل احترام استاد اور فقید المثال قوم ساز شخصیت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا تھا:

شوکتِ سنجر و سلیم ترے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے انگریزی خط مورخہ ۲۱؍جون ۱۹۳۶ء بنام پنڈت جواہر لعل نہرو تحریر فرمایا تھا:

"I have no doubt in my mind that the Ahmadies are traitors both to Islam and India."

”میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں“

(اس خط کو ایشیاء پبلشنگ ہاؤس بمبئی، کلکتہ، نئی دلّی اور مدراس کی طرف سے شائع کردہ کتاب ”اے بنچ آف اولڈ لیٹرز“ (A Bunch of Old Letters) سے نقل کیا گیا ہے۔

ہم علمی، فکری، اخلاقی، روحانی، نظریاتی اور مذہبی طور پر اتنے بنجر ہو چکے ہیں کہ آج جی سی یونیورسٹی جیسی مادرِ علمی سے ایک شاتمِ رسول اور زندیق ڈاکٹر عبدالسلام کی تعریف وتوصیف میں اخبارات میں اشتہارات شائع ہو رہے ہیں: آج اسی جی سی یونیورسٹی سے شاتمِ رسول اور زندیق، مرتد، لعین ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے بارے میں یہ پیغام ارسال کیا جا رہا ہے کہ وہ ایک فقید المثال قوم ساز شخصیت تھی۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی عزت افزائی اور بے پایاں پذیرائی نوجوان طلباء وطالبات کے ذہنوں میں قادیانیت کے بارے میں ہمدردی اور توقیر کا جذبہ پیدا کرے گی جو ایک سمِ قاتل ہے۔ علمی درس گاہیں تو دین کے نظریات اور ملک کے نظریات کی سرحدوں کی محافظ ہوتی ہیں۔ آج لادینیت وقادیانیت کے منحوس سائے اور اس جیسی طاغوتی طاقتیں ہمارے درپے ہیں۔ داغہائے غم اور چراغ ہائے سینہ کتنے ہیں؟

وائس چانسلر جی سی یونیورسٹی نے میرے پہلے خط مورخہ ۲۷مئی ۲۰۱۵ء کا بھی جواب نہیں دیا۔ امید واثق ہے کہ اللہ کے حضور توبہ کرنے کے بعد آپ میرے اس خط کا جواب دے کر اخلاق کا مظاہرہ کریں گے۔ میں آپ کو اپنی کتاب بعنوان ”خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم“ بھی برائے مطالعہ ارسال کر رہا ہوں تاکہ مرزا قادیانی کے ملحدانہ اور کافرانہ عقائد سے آپ واقف ہوں۔ اس کے علاوہ میں اپنی تصنیف، تہہ در تہہ اندھیرے (کفر کے اندھیروں کی داستاں) بھی آپ کو مطالعہ کے لیے بھیج رہا ہوں۔

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

مبصر: صبیح ہمدانی

● نام کتاب: شرح السرّ المکتوم ممّا أخفاہ المتقدّمون تالیف: مولانا عبدالعزیز پرہارویؒ ترجمہ وتشریح: مولانا محمد ابوبکر قاسمی ضخامت: 464 صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: مکتبہ قاسمیہ، عارف کمپنی چوک گھنٹہ گھر ملتان

حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ ایک متنوع الالوان صاحب علم شخصیت تھے۔ کم عمری اور جواں مرگ ہونے کے باوجود ان کے علمی کارنامے اور ان کی معلومات کی وسعت و گہرائی غیر معمولی طور پر عظیم الشان تھی۔ ان کی شخصیت کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ ان کو بہت سے نسبتاً غیر معروف اور غیر مروّج علوم کا گہرا مطالعہ حاصل تھا۔ یعنی حضرت مولانا مرحوم ومغفور کو جہاں عقائد وکلام، تفسیر وفقہ، منطق وفلسفہ اور طب وہیئت پر گہری دسترس حاصل تھی وہیں نجوم وافلاک وتاثیرِ کواکب، تمائم وتعویذات، کیمیا وسیمیا جیسے داستانی اور دیومالائی علوم وفنون سے بھی ان کی دلچسپی غیر معمولی تھی۔ بلکہ ان میں سے اکثر شعبوں میں وہ صاحبِ تصنیف بھی تھے۔

مولانا ابوبکر قاسمی ملتان کے ایک فاضل عالمِ دین ہیں اور انھیں دیگر علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ وظائف و تعویذات وغیرہ سے بھی شناسائی ہے۔ بلکہ ان موضوعات سے ان کا شغف عالمانہ، اصولی اور فلسفۃ العلم کی سطح کا ہے۔ اس موضوع پر اس سے پہلے وہ حزب البحر کی شرح وطریقہ ہائے قرائت مع مؤکل اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے رسالہ ہوامع کی شرح بھی تالیف کر چکے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کے عنوان کا لفظی مطلب ہے: وہ رازِ مخفی جسے اگلے علماء نے پوشیدہ رکھا۔ اس عنوان سے مشمولاتِ کتاب کا کسی قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسم بامسمّی ہونے کے اعتبار سے واقعتاً کتاب علم تمائم وتعویذات کے عجائب وغرائب پر مشتمل ہے۔ البتہ ایک نکتہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ حضرت مولانا پرہاروی رحمہ اللہ کا علمِ نجوم وتاثیراتِ کواکب کے حوالے سے ایک خاص موقف تھا، وہ اسبابِ طبعیہ مخلوقہ کے درجے میں نجوم وبروج وکواکب کی تاثیرات کے قائل تھے۔ یہ مسئلہ علما میں مختلف فیہ ہے۔ عامۃ الناس کو عملیات وغیرہ کے ان دقائق میں راسخ فی العلم علماء کے مشورہ کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔

مولانا ابوبکر قاسمی مدظلّہ نے اس کتاب کو بہت محنت سے ترجمہ وتشریح کر کے لباسِ اردو میں مزیّن وآراستہ کر

کے پیش کیا۔ کتاب کی طباعت و کتابت اور سرورق وغیرہ عمدہ ہیں۔ البتہ عربی عبارات کے اعراب میں اغلاط کا تناسب کسی قدر زیادہ ہے، امید ہے آئندہ اشاعتوں میں اس کمی کو دور کر لیا جائے گا۔

● نام کتاب: خطباتِ راشدی (جلد دوم) خطیب: مولانا زاہد الراشدی مدّ ظلّہ مرتّب: مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر

ضخامت: 370 صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: الشریعہ اکیڈمی، گوجرانوالہ۔

مولانا زاہد الراشدی مدّ ظلّہ معاصر اہلِ فکر میں اپنے موضوعات کے اختصاص، اپنے اسلوب کی دل نشینی، اپنے افکار کے ربطِ باہمی اور امت کی سطح پر اجتماعیات سے اپنی گہری دل چسپی کی بنیاد پر امتیازی مقام کے حامل ہیں۔ نظریات کی جنگ کے اس زمانے میں انھوں نے اپنے مورچے کو کبھی خالی نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ غنیمِ وقت کو اپنی موجودگی کا احساس کرایا۔ اسلام اور مغرب کے تہذیبی معرکے میں وہ ملّت اسلامیہ پاکستان کے صفِ اوّلین کے متکلموں میں شمار ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب راشدی صاحب کے خطبات پر مشتمل سلسلہ کی جلدِ دوم ہے، جسے مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر مدّ ظلّہ نے مرتّب کیا ہے۔ خطابت کا میڈیم جسے معاصر علما نے اجتماعی طور پر نسبتاً غیر اہم اور غیر مفید سمجھا ہوا ہے، ہمارے ممدوح راشدی صاحب ابھی تک سنجیدہ مباحث کے بیان کا اہم ذریعہ اظہار کے لیے اس میڈیم کو اختیار کرتے ہیں۔ بارگاہِ الٰہی سے انھیں مختصر اور موجز کلمات میں پرمغز اور عمیق باتیں مربوط انداز میں کہنے کی غیر معمولی صلاحیت سے نوازا گیا ہے۔ چنانچہ ان کے خطبات اور ان کے مضامین یکساں رنگ کے لطف کے حامل ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا کو لاتعداد بار مغربی معاشرت کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، وہ ان سطور کے راقم کے لیے مشائخ کے درجے میں ہیں، اور یہ ہیچ مدان اُن کی ژرف نگاہی کا ازبس قائل ہے، لیکن ان خطبات و مضامین میں ان کا مشاہدہ مغرب بظاہر (خاکم بدہن) بہت سطحی اور سرسری محسوس ہوتا ہے۔

مغرب کے محاسن (جن کے محاسن ہونے پر خود مغرب کے اہلِ دانش متفق نہیں) کو اسلامی تاریخ سے سند فراہم کرنا اپنی نہاد میں اسی طرزِ عمل کا جڑواں بھائی جسے سر سیّد احمد خان بہادر نے اپنی تحریر و تعلیم کے ذریعے سے رائج کیا تھا۔ بعض مظاہر میں انتہائی بیرونی سطح کی جزوی مماثلت دو تہذیبوں کے جوہری اختلافات کو فراموش کرنے کے لیے کافی نہیں ہوا کرتی۔ اور ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ طرزِ عمل جسے امّت مسلمہ زمانے کے جبر کے ماتحت اختیار کرتی ہے وہ ہرگز اجتہادِ فقہی کے متساوی نہیں۔

بہر آئینہ! حضرت مولانا راشدی صاحب کی زمانہ شناس صاحب علم وفضل شخصیت کے مربوط ومرتکز افکار کو جاننے اوران سے بقدرِ واجب استفادہ کرنے کے لیے زیرِ نظر کتاب ایک بنیادی ماٗ خذ ہے۔اور فاضل مرتّب وناشر علم وفکر کی اس خدمت پر مستحقِّ شکر۔

● نام کتاب: انوارِحق افادات: مولانا انوار الحق مدظلہٗ بہ اہتمام ونگرانی: مولانا عبدالقیوم حقانی

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

اسلام کی اشاعت میں ان علماء کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے جنھوں نے اپنی تدریس وتقریر سے عامۃ الناس میں علم دین پھیلایا اورعلم وعرفان کی قندیلیں ابھی تک جلا رہے ہیں، دعوت اصلاح وارشاد کے بہت سے وسائل اور اسالیب ہیں، ان ہی میں سے ایک مؤثر ذریعہ دروس وخطابت کا ہے بقول مولانا آزاد ''خطابت دنیا کا سب سے قدیم ذریعہ ابلاغ ہے'' زیرِنظر کتاب ''انوارحق'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو مولانا انوارالحق مدظلہٗ کے ۳۵ مختلف علمی وتحقیقی خطبات کا نادر مجموعہ ہے جوانھوں نے دارالعلوم حقانیہ کی قدیم مسجد میں خطبہ جمعہ کے طور پر ارشاد فرمائے۔اندازِ خطابت سادہ ودلنشین ہے اور رسمی گردان بازی سے اجتناب بھی ہے۔کتاب موصوف سیرت نبویہ، صحابہ کرام، سلف صالحین کے مؤثر واقعات، حیرت انگیز حکایات اور ایمان افروز سرنوشت کا حسین مرقع ہے۔اسلامی وعلمی خطبات کی فہرست کتب میں گراں قدر اضافہ ہے۔

● نام کتاب: ساعتے با اہل حق ضبط وترتیب: مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی ضخامت: ۲۷۵ صفحات

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

انسان کے دل میں ہر وقت مختلف قسم کے خیالات اور جذبات ابھرتے اور ڈوبتے رہتے ہیں یہی جذبات و خیالات جب کسی کام کا تانا بانا بنتے ہیں تو وہ نیت کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اور جب نیت اپنے اعضاء وجوارح کو عملی جامہ پہنانے پر پوری طرح چوکس کردیتی ہے تو یہ عزم کہلاتا ہے، اگر انسان کے دل میں خیالات وجذبات، ایمان اور عمل صالح کے تحت اپنا تانا بانا بنتے اور باہر نکل کر کچھ کرنے کے لیے مچلتے ہیں تو انسان کی زبان سے خیر بھرے الفاظ کا اخراج ہوتا ہے۔پیش نظر کتاب ''ساعتے با اہل حق'' شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق، مولانا عبدالقیوم حقانی اور دیگر حضرات کے درمیان ہونے والی گفتگو، خیر بھرے الفاظ کا حسین امتزاج اور دلچسپ مکالمات کا مجموعہ ہے۔علم وادب سے تعلق رکھنے والے علماء، طلبہ اور ذوق مطالعہ رکھنے والے سکول وکالج کے اساتذہ اور سٹوڈنٹس کے لیے ایک بیش بہا خزینہ ہے، کتاب مختلف پہلوؤں سے قابل استفادہ ہے کتاب کا شائستہ اسلوب اور ادیبانہ انداز مطالعہ سے اکتانے نہیں دیتا۔

● نام کتاب: کعبہ مرے آگے مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی ضخامت: ۴۱۶ صفحات

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ

اردو ادب میں سفرناموں کو ایک مخصوص صنف کا درجہ حاصل ہے کیونکہ سفرنامہ علمی وادبی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور یہ وہ صنف ادب ہے جس کا تقریباً تمام معاشرتی علوم سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ سفرناموں کی طرز نوشت بھی دوسری تحریروں سے مختلف ہوتی ہے، کچھ سفرنامے تاثراتی تو کچھ معلوماتی ہوتے ہیں۔ جزیرۃ العرب کے سفرنامے زیادہ تر حج وعمرہ کے حوالے سے منظرِ عام پر آتے ہیں ان میں بعض کیفیاتی طرز کے ہوتے ہیں اور بعض میں علمی وادبی رنگ جبکہ کچھ میں عشقِ رسول ومحبت رسول کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ''کعبہ مرے آگے'' حرمین شریفین کے مختلف اسفار پر لکھی گئی ایمانی حلاوت اور عشق رسول کی حرارتوں سے معمور طرز تحریر کا نادر مجموعہ ہے۔ مرزا غالب کی غزل کا مصرعہ ''کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے'' کو مدنظر رکھتے ہوئے انوارِ حرم پر مشتمل سفرنامہ کا نام ''کعبہ مرے آگے'' تجویز فرمایا۔ آغاز کتاب میں منظوم تاثرات نے بھی کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

● نام کتاب: دُررِ فرائد ترجمہ وتشریح جمع الفوائد مترجم: حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ ضخامت: ۲۸۸ صفحات

زیر اہتمام ونگرانی: شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

قرآن حکیم کے بعد شریعت اسلامیہ کا بڑا ماخذ احادیث رسول ہیں، صحابہ وتابعین اور آئمہ محدثین نے جیسے قرآن حکیم کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا۔ اسی طرح احادیث نبویہ کو اپنے منور سینوں میں جگہ دی، تعلیم وتدریس اور تحریر وتالیف کے ذریعے اس قدر مامون ومحفوظ کیا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے احادیث رسول تک کی رسائی کو ممکن اور آسان بنا دیا جو امت پر محدثین کا بہت بڑا احسان ہے۔ زیر نظر کتاب ''دُررِ فوائد'' علامہ محمد بن سلیمان دوانی (المتوفی ۱۰۹۴ھ) کی تالیف ''جمع الفوائد'' جو چودہ کتب احادیث پر مشتمل ہے کی شرح اور سلیس ترجمہ ہے۔ ترجمہ وتشریح کی یہ سعادت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کو حاصل ہوئی ہے جو برصغیر کے نامور علماء اور مشائخ میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ دُررِ فوائد ان کی تاریخی، علمی یادگار اور عظیم صدقۂ جاریہ ہے۔ زیر نظر کتاب فتنوں کا بیان، قربِ قیامت کی علامات، امام مہدی کا ظہور، خروج دجال، نزولِ عیسیٰ، صورِ اسرافیل، جنت دوزخ کا منظر، حوض کوثر کا بیان اور دیدار الٰہی کا منظر جیسے موضوعات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ دُررِ فوائد کے چھ اہم ابواب کا انتخاب اصل حدیث مع ترجمہ وتشریح کی سعادت القاسم اکیڈمی کو حاصل ہوئی ہے۔ یہ کتاب اپنی غایت درجہ علمی کی افادیت کے پیش نظر بہت اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت حافظ سید محمد وکیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر تعزیت وہمدردی کرنے والے احباب کا شکریہ

میرے والد ماجد حضرت حافظ سید محمد وکیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملک بھر سے مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں کارکنوں، خانوادۂ امیر شریعت سے محبت کرنے والے علماء ومشائخ، سیاسی رہنماؤں اور شعبہ تعلیم سے وابستہ بہت سارے حضرات نے فون اور خط کے ذریعے یا خود تشریف لا کر اظہارِ تعزیت کیا اور لواحقین کو اپنی دعاؤں سے تسلی دی، مدینہ منورہ سے مدرسِ حرم حضرت قاری محمد عبداللہ اور قراء حضرات کی پوری جماعت نے حرم نبوی میں بیٹھ کر فون پر اظہارِ تعزیت اور دعاءِ مغفرت کی۔ مولانا جنید ہاشم نے ساؤتھ افریقہ سے فون پر اظہارِ تعزیت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد دامت برکاتہم اور برادر محترم حامد سراج تعزیت کے لیے خود تشریف لائے، جماعت اسلامی پاکستان کے سیکریٹری جنرل جناب لیاقت بلوچ، جناب آصف اخوانی، بزرگ سیاست دان جناب جاوید ہاشمی، وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہٗ تعزیت کے لیے تشریف لائے۔ محترم مفتی محمد انور اوکاڑوی نے فون پر اظہارِ تعزیت کیا۔ جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کے مہتمم مفتی طاہر مسعود مدظلہٗ، مولانا عزیز الرحمٰن خورشید، ڈاکٹر محمد ظہیر حیدری، مولانا فاروق علوی، دارالعلوم کبیر والہ کے مہتمم حضرت مولانا ارشاد احمد مدظلہٗ، دارالعلوم مدنیہ بہاولپور کے مہتمم مولانا مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہٗ، مولانا جمیل الرحمٰن عباسی، جامعہ عثمانیہ پشاور کے استاذ مولانا حسین احمد، جمعیت علماء اسلام بلوچستان کے رہنما سینیٹر حافظ حمد اللہ اور جمعیت ضلع ملتان کے امیر حافظ محمد عمر اور دیگر ارکانِ وفد، اس کے علاوہ دیگر بہت سارے حضرات نے خود تشریف لا کر اظہارِ تعزیت کیا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ، ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری دامت برکاتہم، خانوادۂ امیر شریعت کے تمام حضرات اور راقم ان تمام کرم فرماؤں، بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزاءِ خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)

سید محمد کفیل بخاری
نائب امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان
0300-6326621

مسافرانِ آخرت

ادارہ

● مرکز احرار، مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ کے منتظم وخطیب مولانا تنویر الحسن احرار کے نانا حیات محمد انتقال: 3/ اپریل 2016ء

● حافظ عبدالعلیم صاحب (شانی کریانہ سٹور ملتان) کے سسر مولانا اعزاز احمد مرحوم۔ انتقال 20/ اپریل 2016

● چیچہ وطنی کے سیاسی وسماجی کارکن اور ہمارے معاون جناب محمد تسلیم بٹ کے والد گرامی محمد رشید بٹ 29/ اپریل بروز جمعۃ المبارک انتقال کر گئے نماز جنازہ جامع مسجد میں ادا کی گئی۔

● حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی (صدر اہل سنت والجماعت پاکستان) کی والدہ ماجدہ 4۔ مئی بدھ کو انتقال فرما گئیں۔ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور سید محمد کفیل بخاری نے ٹیلی فون پر مولانا سے تعزیت کا اظہار کیا جبکہ عبداللطیف خالد چیمہ نے 6/ مئی کو کمالیہ میں مولانا سے ملاقات کر کے تعزیت کا اظہار کیا، اس موقع پر مجلس احرار اسلام کے کارکن حاجی عبدالکریم قمر، قاری محمد سدید، حکیم حافظ محمد قاسم، حافظ محمد سلیم شاہ کے علاوہ حاجی احسان الحق احسان اور رائے محمد اکمل ان کے ہمراہ تھے۔

● مجلس احرار اسلام حاصل پور کے امیر جناب ابوسفیان تائب کے جواں سال بھانجے۔ انتقال: 12/ مئی 2016

● حافظ محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر جناب قدرت اللہ مرحوم (شعلی غربی، حاصل پور) انتقال: 13/ مئی

● جمعیت علماء اسلام گلگت بلتستان کے رہنما جناب عطاء اللہ شہاب کے دادی مرحومہ۔ انتقال: 13/ مئی 2016

● جمعیت علماء اسلام پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات محمد اقبال اعوان (ٹیکسلا) کے جواں سال فرزند حافظ اعزاز احسن ٹریفک حادثہ میں شدید زخمی ہونے کے بعد 14/ مئی کو ہسپتال میں چل بسے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری نے محمد اقبال اعوان سے فون پر تعزیت کا اظہار کیا جبکہ جمعیت علماء اسلام پنجاب کے رہنما حافظ حبیب اللہ چیمہ اور چودھری ضیاء الحق اور دیگر حضرات نے ٹیکسلا جا کر تعزیت کا اظہار کیا اور دعائے مغفرت کی۔

● **سید نثار علی شاہ بخاری مرحوم:** سید محمد کفیل بخاری کے پھوپھا، سید عطاء المنان بخاری کے خالو اور سید محمد اویس بخاری کے والد ماجد سید نثار علی شاہ بخاری 16/ مئی 2016 کو گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے۔ اُن کی نماز جنازہ پسرور میں سید عطاء المنان بخاری نے پڑھائی۔ سید صبیح ہمدانی بھی نماز جنازہ میں شریک ہوئے، پسرور کے آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

● ہمارے دیرینہ کرم فرما بھائی محمد صاحب (ہلال انجینئرنگ، لاہور) کے بہنوئی اور بھانجے ایک ٹریفک حادثے میں انتقال کر گئے۔

● جامعہ فتحیہ لاہور کے قدیم فاضل (سن فراغت 1944ء) جید عالم دین مولانا محمد امین (ملت روڈ فیصل آباد) انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں، ان کی حسنات قبول فرمائیں اور درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ

عطا فرمائیں۔احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین اور ساری امت کے لیے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔(آمین)

دعاءِ صحت

☆ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری دامت برکاتہم گزشتہ کئی سال سے صاحب فراش ہیں۔ان دنوں ان کی صحت اچھی نہیں، فالج کی وجہ سے چلنا پھرنا بالکل ختم اور ضعف بہت زیادہ ہو گیا ہے۔

☆مسجد الحرام مکہ مکرمہ کے مدرس فضیلت الشیخ مولانا محمد مکی حجازی مدظلہٗ ان دنوں شدید علیل ہیں۔

☆خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ کئی ماہ سے کومے کی حالت میں ہیں۔ بھائی محمد (ہلال انجینئرنگ لاہور) کی ہمشیرہ ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہو گئی ہیں۔

☆مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محمد افضل شدید علیل ہیں۔

احباب وقارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطاء فرمائے۔آمین (ادارہ)

☆☆☆

پہلا پروگرام ان شاءاللہ تعالیٰ (تدریس بذریعہ ملٹی میڈیا)

(سالانہ 6 روزہ) فہم قرآن وفہم ختم نبوت کورس

زیر سرپرستی: عبداللطیف خالد چیمہ (سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان)

مدرس: مولانا وقاص سعید ایڈووکیٹ (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد)

یکم تا 6 جولائی 2016ء مطابق 25 تا 30 رمضان المبارک 1437ء وقت روزانہ: 9 بجے صبح تا 11 بجے

مقام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی نوٹ: مستورات کے لیے پردے کا انتظام ہوگا

☆

دوسرا پروگرام ان شاءاللہ تعالیٰ

(سالانہ 10 روزہ) فہم قرآن وختم نبوت کورس (حصہ سوم) (برائے طالبات)

9 تا 18 جولائی 2016ء (روزانہ بعد نماز فجر، دورانیہ تقریباً 1 گھنٹہ، ان شاءاللہ تعالیٰ)

مقام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب: فہم قرآن کورسز نیٹ ورک اسلام آباد۔چیچہ وطنی

تعاون: دار العلوم ختم نبوت مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

رابطہ مرد حضرات: 0300.6901649 رابطہ طالبات وخواتین: 0301.7315429

یونیک فاسٹ
ٹریولز اینڈ ٹورز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ

تمام ائیرلائینز کی ٹکٹیں سستے ترین ریٹ میں حاصل کریں

نزدیک ترین رہائش | بہترین سروس

عمرہ
گروپ کے ساتھ
کے بہترین پیکج

علماء کرام گروپ کے ساتھ فری عمرہ پیکج حاصل کریں

سعودی عرب | دبئی | ملائیشیا | تھائی لینڈ | سری لنکا | چائنہ | سنگاپور | قطر | فلپائن

ماسکو | عراق | ازبکستان | مسقط کے ویزٹ ویزے معلومات

مولانا محمد اسعد ابوبکر
چیف ایگزیکٹیو
03004002993
03454002993

بھمبر روڈ کوٹلہ گجرات
053-7575174
053-7575175

بولان کا خالص

سرکہ سیب

(ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔
گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔
- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BFP
BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

- ★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
- ★ حفظ وناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
- ★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
- ★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
- ★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
0278-37102053
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم
مدرسہ معمورہ ملتان